اہلسنت کے پیشہ ور واعظین کے ذریعے بیان کئے جانے والے
اہل تشیعوں کے مشہور و من گھڑت واقعات کا پورسٹ ماتم
واقعات کربلا کی تحقیق و تردید
مصنف
علامہ دانش حنفی قادری
صاحب قبلہ بلدوانی

اہلسنت کے پیشہ ور واعظین کے ذریعے بیان کئے جانے والے
اہل تشیعوں کے مشہور و من گھڑت واقعات کا پوسٹ مارٹم

واقعات کربلا کی تحقیق و تردید

مصنف

علامہ دانش حنفی قادری

صاحب قبلہ بلدوانی

جملہ حقوق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	:	واقعات کربلا کی تحقیق وتردید
مصنف	:	علامہ دانش حنفی قادری صاحب قبلہ ہلدوانی
پروف ریڈنگ	:	از مصنف
واٹس ایپ نمبر	:	09917420179
تقریظ جلیل	:	مفتی حسن مصباحی درگاہ اعلیٰ حضرت
تقریظ جمیل	:	ابولقمان محمد عثمان بشیر مدنی
کلمۂ تحسین	:	محمد سراج حنفی قادری جبلپور مجھولی
سیٹنگ	:	فقیر تاج محمد قادری واحدی 9984820639
سن اشاعت	:	2022ء
مع اضافہ	:	محرم الحرام 1445ھ بمطابق اگست 2023ء
صفحات	:	(143) ایک سو تراليس

(فہرست)

(فہرست)

(فہرست)

(تقریظ جلیل)

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لانبی بعدہ

امابعد: آج کے اس پرفتن دور میں یہ بھی ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ کچھ خطباء یا ائمہ بغیر تحقیق کے من گھڑت واقعات کو بڑی بے باکی سے شیریں انداز میں سیدھی سادی عوام تک پہنچاتے ہیں جس کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ موضوع روایات کو صحیح سمجھنے لگتے ہیں اور اسی کے مطابق عمل پیرا ہوتے ہیں، جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے عالم فکر ونظر حضرت علامہ مولانا دانش رضا حنفی (ہلدوانی) صاحب زید حبہ نے واقعات کربلا کی تحقیق وتردید نام سے ایک کتاب کو لکھا اس چیز کی اشد ضرورت تھی جس کو موصوف نے بحسن وخوبی انجام دیا جو کہ قابل ستائش کارنامہ ہے اس سے اندازہ ہوتا کہ موصوف محنتی اور علمی ذوق رکھتے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ، اس کتاب کے توسط سے عوام کو صحیح روایات کا علم ہوگا اور من گھڑت واقعات کا دلائل کی روشنی میں پردہ فاش ہوتا ہوا نظر آئے گا ۔مصروفیات کے باعث مکمل کتاب کو میں نہیں پڑھ سکا مگر چیدہ چیدہ جگہوں سے پڑھا عمدہ پایا دل خوشی سے معطر ہوگیا اللہ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ اپنے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے صدقے و طفیل اس کتاب کو عوام وخواص میں شرف قبولیت عطا فرمائے ۔آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

دعاگو

محمد حسن رضا مصباحی نوری دار الافتاء

34 سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت واستاد مرکز اہلسنت جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

7/ذی الحجہ 1443ھ

(تقریظ جمیل)

علامہ عثمان مدنی صاحب اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ موجودہ زمانہ میں فتنوں کی بارش ہرطرف برس رہی ہے۔کچھ وقت نہیں گزرتا کہ ایک فتنہ کے بعد دوسرا فتنہ سر اٹھا کر سامنے آیا چاہتا ہے۔ماضی کے واقعات کو بگاڑنا! بزرگوں کے نظریات کے خلاف زہر اگلنے! اکابرین کی تحقیقات پر انگشت نمائی! اس طرح کے فتنوں کو نئی تحقیق کا لیبل (Title) لگا کر اسلام کے متفق عقائد کو مختلف فیہ قرار دینے میں ہر فرد کوشاں ہیں۔ان فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے علماء اسلام کو اپنی اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے میدان عمل میں آنا چاہیئے۔ان فتنوں کا بروقت جائزہ لینا اور انکے روک تھام کیلئے جلد از جلد مؤثر اقدامات کرنا ضروری ہے۔پیش نظر کتاب بنام "**واقعات کربلا کی تحقیق وتردید**"اس سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں کربلا میں پیش آنے والے واقعات کو تحقیقاتی نظر سے گزار کر بیان کیا گیا ہے اور غلط ومن گھڑت واقعات کی تردید کی گئی ہے۔لہذا نوجوان علماء اہلسنت کے گروہ میں سے حضرت علامہ مولانا محمد دانش حنفی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی تصنیف وتالیف میں اپنا حق ادا کیا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی کوشش کو قبول فرمائے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے اور لوگوں کے لئے اس کتاب کو نفع بخش بنائے۔آمین

از۔ابولقمان محمد عثمان بشیر مدنی

مدرس جامعۃ المدینہ حیات اسلام ملک پور لاہور

(کلماتِ تحسین)

خلیفہ ایوب ملت محمد سراج حنفی قادری جبلپور مجھولی

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین الصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی فلاح وبہبود رشد وہدایت اور دین وسنیت کی ترویج واشاعت کے لیے ہر دور میں اپنے کرم کریمانہ سے کسی خاص بندے کو منتخب فرمالیتا ہے جو لوگوں کو اصلاح اعتقاد واعمال کا درس دیتا ہے اور اپنی صلاحیت علمیہ وعملیہ سے بندہ مومن کو روحانی غزا واتباع شریعت وجادۂ حق پر استقامت کی رہنمائی کرتا ہے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہلدوانی کی سنیت کی شان محترم جناب علامہ دانش حنفی صاحب قبلہ ہلدوانی ومصنف فتاوی حنیفہ مشہور موضوع روایات کا تحقیقی جائزہ؛ کی ذات گرامی ہے دلائل قاطعہ براہن ساطعہ سے مبرہن ومزین "**واقعات کربلا کی تحقیق و تردید**" جو آپ کے ہاتھوں میں ہے بالاستیعاب پوری کتاب کو میں نے پڑھا ہے آج کے دور میں اسٹیج پر بلا تحقیق موضوع روایات من گھڑت واقعات بیان ہوتے ہیں اور میڈیا پر بھی سننے کو ملتے ہیں کچھ کتابیں بھی ہیں جن میں موضوع روایات من گھڑت واقعات پڑھنے کو ملتے ہیں اسی حالات کو دیکھتے ہوئے موصوف نے اس کتاب کو لکھنے کا ارادہ فرمایا الحمد للہ رب العالمین علامہ دانش حنفی صاحب قبلہ نے ایسے ایسے واقعات کی تحقیق کی ہے جن کے اصل مراجع کی طرف رجوع کر کے سبھی عبارات وحوالہ جات کا مطالعہ کیا جب موصوف کا دل مطمئن ہو گیا تو ان واقعات کو مکمل تحقیقات کے ساتھ معرض تحریر میں لائے جہاں اصلاح کی ضرورت ہوئی وہاں اصلاح کی جہاں رد کی ضرورت پیش آئی

وہاں رد کیا اور لوجہ اللہ اس کام کو مکمل کیا اس سے بخوبی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ہر واقعہ کافی غور وفکر تحقیق وتدقیق بحث وتمحیص کے بعد تحریر کیا گیا؛ الحمدللہ اس اعتراف میں ذرہ برابر بھی بخل نہیں کر سکتا کہ اس دور قحط الرجال میں بعد اقصی تتبع بھی ایسی نایاب شخصیتیں نہیں مل پاتیں، دعاء ہے کہ مولیٰ تعالیٰ موصوف کو مزید ترقی وقلمی طاقت عطا فرمائے ۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

محمد سراج حنفی قادری

قاضی امام جامعہ مسجد عثمان غنی رضی اللہ عنہ

ومدرس مدرسہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مجھولی ضلع جبلپور

٨/ ذی الحجہ 1443 سنہ ہجری بروز جمعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حروف آغاز)

نحمدہٗ ونصلی علی رسول الکریم

امابعد

محرم الحرام کے ماہ کو لوگ بہت برکت والااور عظیم مہینہ سمجھتے ہیں، اور اس ماہ مبارک کو خاص طور پر اس لیے جانا جاتا ہے کہ سیدنا امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی دلوں کو بیچین کر دینے والا واقعہ کربلا بھی اسی مہینے میں درپیش آیا مسلمان کا بچہ بچہ اس ماہ کو جانتا ہے، بلکہ غیر مسلم بھی اس ماہ کی عظمت کو امام پاک کی وجہ سے جانتے ہیں،، یقینا یہ واقعہ کربلاء بہت دردناک ناک ہے، عاشق حسین کا دل تڑپ جاتا ہے کس طرح امام پاک پر ظالموں نے ظلم کیا اور آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کر دیا، اور یہ واقعہ کربلاء محرم الحرام میں خوب بیان ہوتا ہے، اور ہونا بھی چاہئے چونکہ اس سے کیا بوڑھا کیا جوان کیا بچہ ہر ایک کو درس ملتا ہے،، کہ باطل کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہو جائے اور اس سے مقابلہ کرے، واقعہ کربلاء صحیح روایت اور مستند کتابوں سے ہی بیان کیا جائے اس میں بے اصل اور منگھڑت باتوں کو ہرگز بیان نہ کیا جائے اور نہ ہی ان بے اصل واقعات کا بیان کرنا جائز ہے، امام اہلسنت سنت فرماتے ہیں واقعہ کربلاء صحیح روایات سے بیان کیا جائے تو بیان کرنا جائز ہے اور اگر اس میں من گھڑت بے اصل روایت بیان ہوں تو ناجائز ہے، ان ہی میں سے کچھ بے اصل روایات کی نشاندہی ہم کریں گے چونکہ خطبہ حضرات کچھ غیر مستند کتابوں سے دیکھ کر اس کو عوام میں اتنا زیادہ مشہور کر دیا ہے اب کسی کو کچھ سمجھاؤ تو گویہ کہ وہ سمجھتا ہے مجھے میرے دین سے ہٹانے کی مولوی صاحب کوشش کر رہے ہیں، مجھے اہلبیت کا دشمن بنانا چاہتے ہیں معاذ اللہ، میں

واقعہ کربلاء پر بھی کچھ تحقیقی کلام کروں گا اور محرم الحرام کے مہینے کی فضیلت کے بارے میں جو روایات گھڑی گئ ہیں جن کی اصل نہیں ہے ان پر بھی تحقیقی کلام کروں گا اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ مولیٰ حق بولنے حق سننے حق لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

فقیر قادری دانش حنفی

بمطابق

19 رمضان 1443ھ 21۔4۔2022

۞۞۞۞۞

(کربلا میں گھوڑوں کی تعداد)

امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں کے پاس گھوڑا نہ ہونے کربلا تک کا سفر صرف اونٹنی پر کرنے کے دلائل کا جائزہ ورد بلیغ

محمد علی نقشبندی صاحب جو کی اہلسنت کے محقق عالم ہیں انہوں نے اپنی کتاب میزان الکتب میں لکھا ہے، مدینہ سے کربلا تک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اونٹنی پر سوار تھے، آپ کے پاس گھوڑا نہیں تھا، ایک صاحب اور ہیں جو عبد مصطفی کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ انہوں نے ایک رسالہ تحریر کیا ہے چند واقعات کربلا کا تحقیقی جائزہ، مصنف عبد مصطفےٰ محمد صابر اسماعیلی قادری رضوی صاحب نے بھی پورا زور اس پر لگا دیا کی آپ کے پاس گھوڑا نہیں تھا، اور نہ ہی آپ نے اس پر سفر کیا بلکہ ان صاحب نے شاید اس بارے میں خود اپنی کوئی تحقیق نہیں کی جیسا محمد علی صاحب نے لکھا ہے، ویسا ہی ان صاحب نے لکھا ہے، گویہ کی میزان الکتب سامنے رکھ کر جیسا اس میں لکھا ہے ویسا ہی اتار دیا ہو، یہ بات فقط ہم اس لیے بتا رہے ہیں جب ہم نے دونوں کتابوں کو دیکھا تو دلائل ایک جیسے نظر آئے، خیر ہم اس پر نہیں جاتے کس نے کہا سے لیا اور نہ ہی اس پر ہم کو تحقیق کرنی ہے، اصل مقصد یہ ہے ان دونوں صاجبوں نے اس بات کو ثابت کرنے کے لیے اس پر دلائل قائم کئے ہیں۔ مگر وہ دلائل نہ قابل قبول وضعیف ہیں کہ کربلا میں آپ کے پاس اونٹنی تھی گھوڑا نہیں تھا، ہم اس تحقیق پر تحقیق پیش کریں گے اور اس بات کو ثابت کریں گے کہ ان دونوں صاحب کی تحقیق کہاں تک درست ہے۔

محمد علی نقشبندی صاحب نے اونٹنی ہونے پر شیعوں کی کتب سے زیادہ حوالے پیش کئے ہیں، اس لیے ہم شیعوں کی عبارتوں کا رد نہیں کریں گے، چونکہ جہاں شیعوں نے اونٹنی ہونے کا ذکر کیا ہے

،تو بعض نے گھوڑا ہونے کا بھی ذکر کیا ہے،تو بعض نے اونٹنی اور گھوڑا دونوں ہونے کا ذکر کیا ہے،،
اس لیے ہم شیعوں کی ان عبارتوں کا رد نہیں کریں گے،،اور نہ ہی شیعہ ہمارے لیے معتبر ہے، ہم
تاریخ کی معتبر کتب و دلائل کا ذکر کریں گے،اوراس بات کو ثابت کریں گے کی ان دونوں حضرات
کی تحقیق غلط ہے۔

صحیح تحقیق یہ ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گھوڑا تھا محمد علی صاحب لکھتے
ہیں میدان کربلا میں اپنے سارے ساتھیوں کی شہادت کے بعد خود گھوڑے پرسوار ہو کر آنا سیدہ سکینہ
کا گھوڑے کے پاؤں کو چمٹے رہنا جس وجہ سے گھوڑا نہ چل سکا پھر گھوڑے کا اشارہ سے امام پاک کو
بتانا کی شہزادی چمٹی ہوئی ہیں، وغیرہ اس طرح کے واقعات خطبہ حضرات خوب بیان کرتے ہیں۔اور
سنیوں شیعوں کی کتب میں لکھے ہیں اس طرح کے واقعات سے مقصد ماتم کرنا ہوتا ہے، جس سے
شیعہ حضرات اپنا الو سیدھا کرتے ہیں، اور سنی واعیظین بھی رو رو کر اس طرح کے واقعات بیان
کرتے ہیں، جس سے یہ لوگ شیعوں کا کام آسان کررہے ہیں اوران کے کام کی خدمت انجام دے
رہے ہیں۔چونکہ حقیقت یہ ہے امام پاک نے اپنا سفر کربلا تک کا اونٹنی پر کیا تھا، مزید لکھتے ہیں۔مقتل
ابی مخنف میں ہے۔جب امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے عراق جانے کا ارادہ کیا تو آپ کے بھائی محمد
ابن حنفیہ نے جب یہ سنا تو آپ کے پاس آئے اورآپ سے کافی گفتگو فرمائی اور کہا آپ مکہ مکرمہ میں
ہی رہیں۔حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے خطرہ ہے کے بنو امیہ کا لشکر مکہ مکرمہ میں لڑنا
شروع نہ کردے پھر حضرت حنفیہ نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو یمن جانے کا مشورہ دیا کہ وہاں
آپ امن میں رہیں گے اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں کسی چٹان کے اندر بھی
ہوا تو بھی وہ لوگ مجھے نکال کر قتل کردیں گے پھر امام عالی مقام فرماتے ہیں۔میں آپ کی بات پر

توجہ کروں گا پھر جب سحری کا وقت ہوا تو امام عالی مقام نے عراق کی طرف جانے کا عزم فرمایا تو جناب محمد بن حنفیہ نے آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لی اور کہا بھائی جان آپ کے اتنی جلدی جانے کی وجہ کیا ہے تو امام عالی مقام نے فرمایا۔تمہارے جانے کے بعد نیند کی حالت میں میرے پاس نبی علیہ السلام تشریف لائے میری آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور مجھے سینے سے لگایا اور فرمایا بیٹا حسین عراق کی طرف نکل پڑو اللہ کا یہی ارادہ ہے وہ تم کو شہید ہوتا دیکھنا چاہتا ہے۔جس کے عربی عبارت یہ ہے۔کان وقت السحر عزم السیر الی العراق فاخذ محمد بن حنفیہ زمام ناقتہ و قال یا اخی ما سبب ذالك انك عجلت فقال جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتانی بعد فارقتك و انا نائم فضمنی الی صدرہ قبل بین عیننی و قال یا حسین یا قرتہ عینی اخرج الی العراق فانااللہ عز و جل قد شاء ان یراك قتیلا۔

ترجمہ: ۔وہی ہے جو اوپر ہم ذکر کر آئے ہیں اس عابرت میں امام عالی مقام کے بھائی کا ایک عمل ہمیں نظر آیا ہے اور وہ عمل یہ ہے فاخذ محمد بن حنفیہ زمامہ ناقتہ۔محمد بن حنفیہ نے امام کی اونٹنی کی مہار پکڑی جس کا واضح مطلب ہے کہ امام نے جب سفر شروع کیا تو آپ نے اونٹنی پر سوار ہو کر سفر فرمایا تھا اب اونٹیی راستے میں تبدیل ہو گئ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملا اس بات سے صاف ظایر ہو جاتا ہے گھوڑے کا ذکر ذوالجناح کی کہانیاں سب فرضی ہیں جھوٹ پر مبنی ہیں ۔اس عبارت کو بحوالہ ذبح عظیم مقتل ابی مخنف سے لکھا گیا ہے،ان دونوں حضرات نے اس عبارت کو ذبح عظیم کے حوالہ سے لکھا ہے،کہ اس میں مقتل ابی مخنف کا حوالہ ہے،غور طلب بات یہ ہے ڈائریکٹ مقتل ابی مخنف سے یہ عبارت کیوں نہ لکھی،ذبح غطیم سے ہی کیوں لکھا گیا۔اس کا جواب ہم دیتے ہیں ۔کیوں کہ مقتل ابی

مخنف میں یہ عبارت ہے ہی نہیں اور شاید محمد علی صاحب کو بھی یہ عبارت مقتل ابی مخنف میں نہیں ملی ہے چونکہ بہت سی جگہ محمد علی نقشبندی صاحب نے مقتل ابی مخنف کا ڈائریکٹ حوالہ دیا ہے پتہ چلا اگر ان کو یہ عبارت مقتل ابی مخنف میں ملتی تو وہ ڈائریکٹ اسی کا حوالہ دیتے محمد علی صاحب کی پیروی کرتے ہوئے عبد مصطفیٰ محمد صابر اسماعیلی صاحب نے اپنی کتاب میں ایسا ہی لکھ دیا جیسا محمد علی صاحب نے لکھا ہے، عبد مصطفی صاحب نے مقتل ابی مخنف دیکھنے کی زحمت نہیں اٹھائی اسی لیے ان صاحب نے بھی یہ بات لکھ کر، بحوالہ ذبح عظیم مقتل ابی مخنف لکھ دیا اور غلطی کر بیٹھے اور اپنے رسالہ واقعات کربلا کا تحقیقی جائزہ میں لکھ دیا۔ پہلی بات یہ عبارت مقتل ابو مخنف میں ہے ہی نہیں دوسری بات یہ ہے اس عبارت میں یمن جانے اور مکہ میں رہنے کی بات محمد بن حنفیہ نے نہیں کہی بلکہ حضرت ابن عباس نے آپ سے یہ کہا تھا ہم پوری عبارت لکھتے ہیں مقتل ابی مخنف سے جو کی کویت سے طبع ہوا ہے 1987۔ میں محمد بن حنفیہ آئے اور کہا یا اخی انت اعز الناس علی و احبھم و اکرمھم لدی و لست انصح احدا احب الی منك ولا احق بالنصیحته فبحقی علیك الاما ابعدت شخصك عن یزید و ایاك والتعرض له دون ان تبعث دعاتك فی الامصار یدعون الناس الی بیعتك فان فعل الناس ذلك حمدت اللہ و ان اجتمعوا الی غیرك فلم ینقض اللہ بذلك فضلك و انی خائف علیك ان تئاتی مصرا من هذه الامصار فی جماعته من النانس فیختلفون علیك فتكون بینهم صریعا فیذهب دمك هدرا و تنتهلك حرمتك، فقال حسین رضی اللہ عنه یا اخی فانی اجهد انزل مكته فان اطمائننت بی الدار اقمت بها و ان كانت الاخری لحقت بالرمال و سكنت الجبال و انظر ما یكون من

الناس و استقبل الامور ولا استدبرھا۔،،ثم قال لاخیه محمد بن حنفیته احسن الله جزاك لقد نصحت یا اخی و احسنت۔ (مقتل ابی مخنف صفحه 22)

ترجمہ: ۔محمد بن حنفیہ نے کہا بھائی صاحب آپ مجھے سب لوگوں میں عزیز ہیں سب سے زیادہ محبوب ہیں اورسب سے زیادہ محترم ہیں، آپ سے زیادہ میں کسی کا خیرخواہ نہیں، اور نہ مجھ سے زیادہ آپ کو کوئی نصیحت کرنے کا حقدار ہے میرا جو آپ پر حق ہے اس کی بنا پر کہتا ہوں آپ یزید سے تعرض نہ کریں آپ اپنے گماشتے شہروں میں بھیجیں جو لوگو کو آپ کی بیعت کی دعوت دیں، اگر لوگوں نے پزیرائی کی تو اللہ کا شکرادا کیجئے اور اگروہ آپ کے علاوہ کسی دوسرت پر مجتمع ہونا پسند کریں تو اس سے اللہ آپ کے مرتبے میں کچھ کمی نہیں ہونے دیگا مجھے ڈر ہے کسی گروہ کے ساتھ کسی شہر میں گئے اور لوگوں نے آپ کی مخالفت کی تو آپ زیر ہوجائیں گے تو آپ کا خون ضائع جائے گا اور آپ کی بے حرمتی ہوگی۔

امام عالی مقام نے فرمایا۔ بھائی میں مکہ جانے کی کوشش کرتا ہوں، اگر وہاں اطمینان نصیب ہوا تو وہیں رہ پڑوں گا اور بات دوسری ہوئی تو صحراؤں کی طرف نکل جاؤں گا پہاڑوں میں مسکن گزین ہوں گا وہاں اور لوگوں کا رویہ دیکھوں گا میں معاملہ آگے بڑھانا چاہتا ہوں پیچھے ہٹنا نہیں پھر آپ نے محمد بن حنفیہ سے فرمایا اللہ کریم آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

تم نے نصیحت کا حق ادا کردیا:۔

قارئین کرام یہ تھی مقتل ابی مخنف کی عبارت یہاں نہ تو کوئی اونٹنی کا ذکر ہے اور نہ اس کی نکیل کا ذکر ہے اور نہ یہ یمن جانے کا مشورہ ہے لیکن عبد مصطفی صاحب نے اس عبارت سے پورا زور اس پر لگادیا کی وہاں اونٹنی تھی جبکہ مقتل ابی مخنف میں یہ عبارت ہے ہی نہیں جس عبارت سے پورا زور اونٹنی ثابت کرنے کے لیے لگایا گیا اور گھوڑا نہ ہونے کا انکار کیا گیا، تو اب آپ خوب اچھی طرح

سمجھ سکتیں ہیں۔اس دعوے کی حقیقت کیا رہ گئی۔ نیز تاریخ طبری جزء الخامس صفحہ 342 پر بھی یہی عبارت ہے جو ہم نے اوپر ذکر کی ہے، وہاں بھی نہ تو اونٹنی کا ذکر ہے نہ ہی اس کی نکیل پکڑنے کا نہ ہی یمن جانے کا مشورہ کا ذکر ہے، اسی طرح البدایۃ والنہایہ میں بھی اس طرح کا کوئی ذکر نہیں ہے۔جب یہ عبارت موجود ہی نہیں ہے تو اس کو دلیل بنا کر یہ دعوی بھی نہیں کہا جاسکتا کی اونٹنی تھی گھوڑا نہیں تھا، اس لیے اب ہم دوسری عبارت کا ذکر کرتے ہیں۔جس سے عبد مصطفی صاحب اور محمد علی صاحب نے گھوڑا نہ ہونے پر دلیل پکڑی ہے۔

وہ لکھتیں ہیں تاریخ طبری میں ہے فرزوق کو امام عالی مقام نے فرمایا اپنے پیچھے لوگوں کی باتیں بتاؤ تو اس نے کہا لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور ان کی تلوار بنو امیہ کے ساتھ امام عالی مقام نے ان سے فرمایا تمام کام اللہ کو ہی زیب دیتے ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جس کی نیت صحیح ہو وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا یہ کہا اور اپنی اونٹنی کو حرکت دی اور السلام علیک کہا اور چل دئے، قارئین کرام فرزوق کی ملاقات کوفہ کے راستیں میں ہوئی تھی اور طبری کی یہ عبارت ثم حرك الحسين راحلته فقال السلام عليك ثم افترقا۔ کہ امام عالی مقام نے اپنی اونٹنی کو حرکت دی اور سلام کہا اور وہاں سے چل دئے، اس بات پر دلالت کر رہی ہے کی آپ کوفہ کے راستیں میں بھی اونٹنی پر سوار تھے۔(تاریخ طبری جلد 6 ص 218)

اس عبارت میں راحلة کا لفظ آیا ہے آخر میں اور راحلة کا معنی سواری بار برداری اونٹنی جس پر سامان لادا گیا ہو وغیرہ۔محمد علی صاحب نے اپنی کتاب میں لفظ راحلة پر بحث کرکے اس کا معنی اونٹنی ہی لیا ہے۔چونکہ آپ کو اونٹنی ہی ثابت کرنی تھی اس لیے وہ معنی لیے اور عبد مصطفی صاحب جو کی بار بار محمد علی صاحب کی تقلید کر رہے ہیں۔انہوں نے یہاں بھی انکی پیروی کرتے ہوئے اونٹنی

ہونا بیان کیا ہے،لیکن ہمارے نزدیک اونٹنی کے معنی لینا صحیح نہیں راحلتة کا معنی سواری بھی آتا ہے تو بہتر تھا یہ معنی لئے جاتے آپ نے اپنی سواری کو حرکت کی اور چل دئے اور اگر ہم محمد علی صاحب کی تحقیق کو مانتے ہوئے اونٹنی مراد لے بھی لے تو بھی اس میں ایک احتمال یہ ہوگا کہ آپ سوار تو گھوڑے پر ہی تھے لیکن آپ کا سامان اونٹنی پر تھا تو جب چلنے کا ارادہ کیا تو اپنی اس اونٹنی کو حرکت دی جس پر سامان لدا ہوا تھا ایک یہ احتمال موجود رہے گا اس لیے بہتر یہی ہے یہ معنی لیے جائے اپنی سواری کو حرکت کی ۔اور اگر ہم یہ بھی مان لیں کہ یہاں مراد اونٹنی ہی ہے تو بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کی آپ کے پاس گھوڑا نہ ہو چونکہ ممکن ہے فرزوق سے ملاقات کے وقت آپ اونٹنی پر تشریف فرما ہوں اس سے پہلے گھوڑے پر ہی سوار تھے چونکہ طبری کے جس صفحہ سے محمد علی صاحب نے یہ عبارت نقل کی ہے اسی صفحہ پر یہ عبارت بھی موجود ہے کہ امام عالی مقام کو ایک قافلہ ملا جن سے آپ نے کر آئے پر اونٹنیہ لی تھی کربلا تک کے لیے، اگر امام عالی مقام اونٹنی پر پہلے سے ہی سوار تھے تو پھر کرآئے پر اونٹنیہ کیوں لی اور یہ اونٹنیہ لینا بھی فرزوق کی ملاقات سے پہلے لینے کا ذکر ہے تو ممکن ہے آپ نے اس وقت اپنی سواری بدل لی ہو اور گھوڑے پر سوار نہ ہو کر اونٹنی پر سوار ہو گئے ہوں تو اس لیے صرف اونٹنی کے معانی لینا لفظ راحلتہ سے صحیح نہیں، اگر معنی یہ لیے جائیں جو ہم نے ذکر کی ہیں یعنی اپنی سواری کو حرکت کی اس معنی میں دونوں شامل ہو جاتی ہیں اونٹنی بھی اور گھوڑا بھی اس وجہ سے طبری کی اس عبارت سے اونٹنی مراد لینا صحیح نہیں ہے جبکہ اتنے احتملا ت اس میں پائے جارہے ہوں۔

مزید محمد علی صاحب اور عبد مصطفی صاحب نے دونوں نے ایک ہی روایت نقل کی ہے جس سے یہ دلیل پکڑی ہے امام عالی مقام کے پاس صرف اونٹنی تھی گھوڑا نہیں تھا آپ لکھتے ہیں دلائل

النبوۃ میں ہے۔عن اصبع بن بناتہ عن علی رضی اللہ عنہ، قال اتینا معہ موضع قبر الحسین رضی اللہ عنہ.فقال ھھنا مناخر کابھم و موضع رحالھم و ھھنا محراق دماءھم فتیتہ من ال محمد یقتلون بھذا العرصتہ تبکی علیھم السماء والارض(دلائل نبوتہ جلد 2 صفحہ 744)

ترجمہ:۔اصبع بن بناتہ سے روایت ہے وہ حضرت علی سے بیان کرتے ہیں فرمایا کہ ہم حضرت علی کے ساتھ اس جگہ آئے جہاں امام پاک کی قبر ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ وہ جگہ ہے جہاں ان کے اونٹ بیٹھیں گے اوران کے کجاوں کی جگہ ہے، یہ جگہ ان کے خون گرائے جانے کی جگہ ہے آل محمد کے جوانوں کو یہاں شہید کر دیا جائے گا ان پر آسمان زمین روییں گے۔قارئین کرام اس روایت میں حضرت علی فرمارہے ہیں یہ وہ جگہ ہے جہاں ان کے اونٹ بیٹھیں گے یعنی خاندان اہل بیت کے اس جگہ اونٹ بیٹھیں گے آپ نے اس جگہ کی نشان دہی فرمائی اس سے ظاہر ہوتا ہے، خاندان اہل بیت اونٹ پر سوار ہو کر آئے اورانہوں نے اپنے انٹوں کو اس جگہ باندہا ان کے کجاوے رکھے لیکن نہ جانے شیعہ سنی نے اہل بیت کے اونٹ کہاں بھگا دئے اوراس کی جگہ گھوڑے لے آئے علامہ محمد علی نقشبندی اس روایت سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کی گھوڑے موجود نہیں تھے صرف اونٹ موجود تھے، حالانکہ اس روایت سے گھوڑا نہ ہونے کی نفی نہیں ہوتی یعنی یہ فرمانا اونٹ یہاں بیٹھیں گے اس سے یہ لازم نہیں اتا کی گھوڑے ہو ہی نہیں یہاں اونٹ بیٹھیں گے کا صرف اتنا مطلب ہے کہ آپ کی سواری کے جانور یہاں بیٹھیں گے جس طرح اس روایت میں آپ کے پاس دیگر سامان موجود تھا مثلا الات جنگ یا دیگیر سامان ان کا ذکر اس روایت میں نہیں تو اس سے یہ تو لازم نہیں اتا کی یہ الات آپ کے پاس نہ ہو،اور پھر یہ روایت ہمارے محقق علمائے کرام نے بھی ذکر

کی ہے اپنی تصنیفوں میں لیکن اس روایت سے ان بزرگوں نے بھی یہ نتیجہ نہیں نکالا کی یہاں اونٹ بیٹھنے کا ذکر ہے تو گھوڑے ہو ہی نہیں۔ بلکہ وہ بزرگ بھی یہ جانتے تھے کی یہاں بیٹھ نے سے مراد آپ کی سواریوں کا بیٹھنا ہیں، اس لیے اس روایت سے گھوڑوں کی نفی نہیں کی جا سکتی۔ چونکہ بہت سے مقامات پر گھوڑوں کا ذکر آیا ہے جس کو میں اگے ذکر کروں گا ان شاء اللہ۔

جناب عبد مصطفی نے بھی یہ روایت نقل کی ہے شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ کی کتاب سر الشہادتین سے اور ان صاحب نے بھی اس روایت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہاں گھوڑے نہیں تھے صرف اونٹ تھے لطف کی بات یہ ہے جناب عبد مصطفی کو اس روایت سے اپنا مقصد سیدھا کرنا تھا یعنی گھوڑے نہیں تھے۔ اس لیے ان صاب نے شاہ صاحب رحمہ اللہ کی کتاب سے صرف یہ روایت نقل کر دی لیکن جس جگہ شاہ صاحب نے گھوڑا ہونے کا ذکر کیا ہے اس عبارت کو ان جناب نے لیا ہی نہیں اگر وہ ذکر کرتے تو پھر ان صاحب کا وہ مقصد کیسے سیدھا ہوتا، شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ سر شہادتین میں لکھتیں ہیں۔ جب امام عالی مقام زخموں سے نڈھال ہو گئے اور آپ کے اندر قوت نہ رہی آپ کو ایک تیرا کر لگا فسقط عن الفرس پھر آپ اپنے گھوڑے سے زمین پر تشریف لے آئے۔

(سر الشہادتین صفحہ 62)

قارئین دیکھا آپ نے شاہ صاحب نے اگر چہ اس روایت کو نقل کیا جس میں انوٹ بیٹھنے کا ذکر ہے لیکن اس روایت سے یہ دلیل ہر گز نہ پکڑی کی وہاں گھوڑے تھے ہی نہیں تبھی تو آپ نے گھوڑے والی روایت کو ذکر کیا ہے، لہذا اونٹ بیٹھیں گے اس روایت سے گھوڑوں کی نفی کرنا قطعی صحیح نہیں ہے۔ علامہ محمد علی صاحب اور جناب عبد مصطفی نے شیعوں کی معتبر کتاب ناسخ التواریخ سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کہ امام عالی مقام کے پاس صرف اونٹنی تھی لیکن ہم آپ کو

بتادیں کہ اس کا مصنف صرف اس بات کی نفی کرتا ہے کہ ذوالجناح نام کا گھوڑا نہیں تھا، بلکہ اس نے گھوڑا ہونے کا اقرار کیا ہے اور کہا ہے امام عالی مقام کی دو سواری تھی اونٹنی اور گھوڑا، وہ لکھتا ہے۔پس اسپ برانگیخت وتیغ برآہیخت مکشوف بادکہ اسپ سید الشہداء راکہ ورکتب معتبرہ رابنام نوشتہ انداز افزوں از دو مال سواری نیست یکے اسپ رسول خدا کہ مرتجز نام داشت و دیگرے شترے کہ مسّناۃ می نامیدندو اسپ کہ ذوالجناح نام داشتہ باشد درہیچک ازکتب احادیث واخبار وتواریخ معتبرہ من بندہ ندیدہ ام وذوالجناح لقب شمر پسر لہیعہ حمیریست واسپ ہیچ کس رابدیں نام نہ شیندہ ام -واگراسپ چندکس راجناح نام بودہ بعدمربوط بہ ذوالجناح ومنسوب بحسین نخواہد بودواگراسپ ہائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم راجناح نامیدند بازنشاید ذوالجناح گفت درہر حال بدیں نام اسپ نام دارنہ بودہ۔(ناسخ التواریخ، جز2جلد6 در احوال حضرت سید الشہداء، صفحہ366، شمارہ مرکب ہائے حسین، مطبوعہ تہران)

ترجمہ :۔ پھر گھوڑا کودا اور آپ نے تلوار کھینچ لی واضح ہو کہ سید الشہداء (حسین رضی اللہ عنہ) کی سواری معتبر کتابوں میں دو نام سے مذکور ہے۔ایک گھوڑا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جس کا نام مرتجز تھا۔ دوسری سواری اونٹ تھی جس کو مسّناۃ کہتے تھے اور گھوڑا کہ جسے ذوالجناح کا نام دیا گیا ہے حدیث، اخبار اور تاریخ کی کسی معتبر کتاب میں میں نے اس کا نام نہیں دیکھا۔اور ذوالجناح ایک شخص شمر بن لھیعہ کا لقب تھا۔اور کسی کے گھوڑے کا یہ نام میں نے نہیں سنا۔اور اگر چند گھوڑوں کے نام ذوالجناح ہوں اور اس کے ساتھ" ذو" کا لفظ جوڑ کر ذوالجناح بنایا جائے۔تو بھی یہ گھوڑا حسین کا نہیں ہوسکتا، اور اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں کا جناح رکھیں پھر بھی ذوالجناح کہنا غلط ہے بہر حال اس نام کا گھوڑا کوئی نہ تھا، اس عبارت میں صرف گھوڑا ذوالجناح نہ ہونے کا ذکر ہے، باقی خود وہ اس کا اقرار

کر رہا ہے کہ معتبر کتابوں سے دو سواری کا ہونا ثابت ہے اونٹ اور گھوڑا تو اس عبارت سے بھی گھوڑا نہ ہونے کی نفی نہیں ہوتی بلکہ گھوڑا ہونا اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے ہم اس بات کا انکار نہیں کر رتے کہ آپ کی سواری اونٹنی ہو ہی نہیں اور ابھی تک کے کلام میں ہم نے اس کی نفی بھی نہیں کی ہم نے کلام صرف گھوڑے کے اثبات پر کیا ہے، اب میں چند وہ عبارت ذکر کرتا ہوں جس میں نہ تو راحلۃ رکب رحال وغیرہ کا لفظ نہ ہو بلکہ فرس لفظ ہو تا کہ کسی طرح کا کوئی احتمال نہ رہے کہ یہاں پر یہ مراد ہے یہاں یہ کسی طرح کی تاویل نہ ہو فرس کا معنی چھوٹا سا طالب علم بھی جانتا ہے کہ اس کا معنی گھوڑا ہے، تو میں صرف انہی عبارت کو ذکر کروں گا جس میں فرس ایا ہے، (امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں کے پاس گھوڑے ہونے پر دلائل) حضرت علامہ محمد علی اور جناب عبد مصطفی نے امام عالی مقام کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام عالی مقام نے فرمایا یہاں ہمارے اونٹ بیٹھیں گے ان دونوں صاحبوں نے یہاں سے یہ مراد لیا کہ اونٹ ہونا ثابت ہوتا ہے، اگر گھوڑا ہوتا تو یہاں گھوڑوں کا ذکر ہوتا،، جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا آئے ہیں یہاں اونٹ بیٹھیں گے اونٹ کا ذکر ہونا یہ ثابت نہیں کرتا کہ گھوڑا ہو ہی نہیں خیر ان دونوں صاحبوں کو اپنی بات ثابت کرنی تھی تو اس لیے صرف اونٹ کا ذکر کر دیا، اس کے آگے کی عبارت کو ان دونوں صاحبوں نے اڑا دیا حذف کر دیا جی ہاں اس سے اگے کی عبارت ذکر کرتے تو پھر ان حضرات کی بات ثابت کہاں ہوتی، اس کے آگے عبارت ہم ذکر کرتے ہیں. ثم نزل عن فرسه و انشأ يقول مقتل (ابی مخنف صفحہ 75)

جس کا معنی ہے کے پھر اس کے بعد یعنی جب اپنے ساتھیوں سے یہ بات فرمانے کے کہ ہمارے اونٹ یہاں بیٹھیں گے امام عالی مقام اپنے گھوڑے سے اترے اور کچھ اشعار کہے اس عبارت کو دونوں نے حذف کر دیا اگر ذکر کرتے تو پھر ان حضرات کی دلیل کی بنیاد ہل جاتی دیکھا

قارئین کرام اس عبارت کے اگے گھوڑے کا ذکر تھا تو اس عبارت کو لیا ہی نہیں کیوں کہ اس سے گھوڑا ہونا ثابت ہو رہا تھا مقتل ابی مخنف میں ہے۔و ذلك يوم الأربعاء فوقفت فرس الحسين رضى الله عنه فنزل عنها وركب اخرى فلم تنبعث خطوته واحدته ولم يزل يركب فرسا بعد فرس حتى ركب سبعته افراس و هن على هذا الحال فلما راى ذلك۔ بدھ کے دن کربلا پہنچ گئے وہاں امام عالی مقام کا گھوڑا رک گیا۔آپ نے دوسرا گھوڑا بدلا مگر وہ بھی ایک قدم نہ چلا پھر آپ نے یکے بعد دیگرے سات گھوڑے بدلے مگر سب کا یہی حال رہا یعنی وہ اگے نہ بڑے۔جب امام عالی مقام کربلا پہنچ گئے اور فرمایا یہیں اتر جاؤ یہاں ہماری سواریاں بندھیں گی ثم نزل عن فرسه۔ پھر امام عالی مقام اپنے گھوڑے سے اتر آئے۔(مقتل ابی مخنف صفحہ 75)

سر الشہادتین میں ہے جب امام عالی مقام زخموں سے نڈھال ہو گئے آپ کے اندر قوت نہ فسقط عن الفرس، کہ امام عالی مقام گھورے سے اتر کر زمین پر تشریف لے آئے۔

(سر الشہادتین صفحہ 62)

جب عمر بن سعد نے جنگ کے لیے اپنے لوگوں کو دائیں بائیں کھڑا کیا تو امام عالی مقام نے بھی اپنے ساتھیوں کو کھڑا کیا۔و جمع الحسين اصحابه فجعل زهير بن قين و معه عشرون فارس وجعل فى الميسرته هلال بن نافع الجبلى و معه عشرون فارسا۔ امام عالی مقام نے بھی اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور میمنہ پر بیس گھڑسواروں کے ساتھ زبیر بن قین کو متعین کیا اور بیس گھڑسواروں کے ساتھ میسرہ پر ہلال بن نافع جبلی کو متعین کیا۔

(مقتل ابی مخنف صفحہ 99)

امام عالی مقام جب قصر بنی مقاتل میں اترے اور رات کو جب آپ کو اونگ آئی اور پھر چونک کر کہا انا للہ و انا الیہ رٰجعون والحمد للہ رب العالمین اور پھر آپ کے بیٹے گھوڑے پر سوار ہوئے آپ کے قریب آئے۔ قال ففعل ذلك مرتين او ثلاثتا، قال فأقبل اليه ابنه علی بن الحسين علی فرس (تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 407)

امام عالی مقام نے جب عمر بن سعد کے پاس بات کرنے کے لیے عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری کو بھیجا کہ وہ امام عالی مقام سے ملاقات کرے تو وہ بیس گھڑسوار لیکر نکلا اور امام عالی مقام بھی بیس گھڑسوار لیکر نکلے بعث الحسين رضی الله عنه الی عمر بن سعد عمر بن قرظته بن كعب الانصاری، ان القى الليل بين عسكری و عسكرك، فخرج عمر بن سعد فی نحو من عشرين فارسا و اقبل حسين فی مثل ذلك۔(تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 413)

امام عالی مقام عصر کی نماز کے بعد بیٹھے تھے، عباس بن علی آئے اور کہا بھائی جان وہ لوگ آگئے ہیں امام عالی مقام نے فرمایا گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور ان لوگوں سے ملو پوچھو کیا چاہتے ہیں، تب حضرت عباس بیس گھڑسواروں کے ساتھ نکلتے ہیں جن میں زبیر بن قیس حبیب بن مظاہر بھی تھے۔وقال العباس بن علی يا اخی أتاك القوم، قال فنهض، ثم قال يا عباس اركب بنفسی انت يا اخی حتى تلقهم فتقول لهم ما لكم، وما بدا لكم و تسألهم عما جاء بهم، فأتاهم العباس فسقبلهم فی نحو عشرين فارسا فيهم زهير بن القين و حبيب ابن مظاهر (تاریخ طبری حلد 5 صفحہ 416)

جب عاشورا کا دن ایا فجر کے وقت امام عالی مقام نے اپنے انصار کی صفیں ترتیب دی ان

کے ساتھ صبح کی نماز ادا فرمائی، امام عالی مقام کے ساتھ 32 گھوڑے اور 40 پیادے تھے۔وصلی بھم صلاته الغداته و کان معه الثنان و ثلاثون فارسا و اربعون راجلا ۔(تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 422)

قارئین کرام! دیکھا آپ نے عبد مصطفی اور حضرت علامہ محمد علی نے ایک بھی گھوڑا ہونے کا انکار کیا ہے لیکن آپ خود ان عبارت میں دیکھ سکتیں ہیں آپ کے پاس 32 گھوڑے تھے اتنی واضح اور صریح عبارتیں موجود ہونے کے بعد بھی گھوڑا نہ ہونے کا ان دونوں حضرات نے نہ جانے کیوں انکار کر دیا،انا للہ و انآ الیہ رٰجعون، جب دشمنوں نے حملہ کرنا شروع کیا تو زہیر بن قین گھوڑے پر سوار ہتھیار لیکر بہار نکلے۔خرج الینا زھیر بن قین علی فرس۔

(تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 426)

جب مسلم بن عوسجہ نے امام عالی مقام سے تیر مارنے کی اجازت طلب کی تو امام عالی مقام نے فرمایا میں یہ پسند نہیں کرتا کہ پہل ہماری طرف سے ہو آپ کے ساتھ ایک گھوڑا تھا جس کا نام لاحق تھا،اس گھوڑے پر علی بن حسین کو سوار کیا اور آپ نے اونٹنی کو طلب کیا۔اس پر سوار ہوئے اور بہت بلند اواز سے پکار کر کہا جسے سب لوگوں نے سنا۔فقال له الحسين لا ترمه فانی اکره ان ابدأھم، وکان مع الحسين فرس له يدعى لاحقا حمل عليه ابنته علی بن الحسين ،قال فلما دنا منه القوم عاد براحلته فرکبھا، ثم نادی بأعلی صوته دعاء یسمع جل الناس۔(تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 424)

امام عالی مقام کو جب پیاس کا غلبہ ہوا تو آپ نے حضرت عباس کو بلایا اور تیس گھڑسوار اور بیس پیادوں کے ساتھ اپ کو پانی لینے بھیجا و لما اشتد علی الحسين و اصحابه العطش

دعا عباس بن علی فبعثه فی ثلاثین فارسا و عشرین راجلا (تاریخ طبری 413)

البدایتہ و النھایتہ میں ہے"و صلی الحسین ایضا باصحابه وهم اثنان و ثلاثون فارسا و اربعون رجالا" امام عالی مقام نے نماز فجر پڑھی اور اپ کے ساتھیوں نے بھی، جن میں بتیس گھڑسوار اور چالیس پیادے تھے۔ (بدایته و النهایته جلد 8 صفحه 178)

اسی صفحہ پر ہے جب امام عالی مقام میدان میں جانے لگے تو اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے ثم رکب الحسین علی فرسہ، پھر امام عالی مقام گھوڑے پر سوار ہوئے۔ (بدایته و النهایته جلد 8 صفحه 178)

قارئین کرام ان عبارت میں 32 گھوڑوں کا ذکر ہے جو کہ اس بات پر دلالت کرتا ہے آپ کے پاس کئی گھوڑے تھے۔ میں نے یہاں مقتل ابی مخنف بدایہ اور طبری کی چند عبارتوں کا ذکر کیا ہے جس میں لفظ فرس ایا ہے میں سمجھتا ہو انصاف پسندوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے، اسی لیے میں دیگر کتب سے۔ مزید دلائل نہ لا کر بات کو یہی ختم کرتا ہوں (ایک اعتراض اور اس کا جواب) علامہ محمد علی اور عبد مصطفی نے الکامل فی التاریخ کے حوالہ سے کہ امام عالی مقام اونٹی پر سوار ہوئے اور بلند اواز دی جسے سب لوگوں نے سنا یہ دونوں حضرات اس سے یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ اگر گھوڑا ہوتا تو اس پر سوار ہوتے، اونٹنی پر سوار ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے وہاں گھوڑے نہیں تھے پھر خود ہی کہتے ہیں۔ جب اونٹنی ہی تھی میدان میں بھی تو نہ جانے گھوڑا کون اور کہاں سے لایا۔ میں کہتا ہوں امام عالی مقام کا اونٹنی پر سوار ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ گھوڑا تھا ہی نہیں اگر دو سواری ہوں ان میں سے ایک پر سوار ہوا جائے تو اس سے یہ لازم تو نہیں اتا کہ سواری ایک ہی ہو اسی لیے ان دونوں حضرات کا یہ کہنا غلط اور بلا دلیل ہے کہ وہاں گھوڑا تھا ہی نہیں محمد علی صاحب نے کہا نہ جانے کون اور کہاں سے

گھوڑ الایا،،تو اس کا جواب میں دیتا ہوں گھوڑ اامام عالی مقام اپنے ساتھ ہی لائے تھے جس کا نام لاحق تھا۔اور جس عبارت سے آپنے اونٹنی نہ ہونے کی دلیل پکڑی ہے وہاں پر گھوڑے کا ذکر بھی ہے جس کو آپ نے ذکر نہ کیا اگر کرتے تو پھر آپ کی دلیل متزلزل ہو جاتی جس دلیل کی بنیاد پر محل کھڑا کیا وہ محل زمین پر تشریف لے آتا خلاصہ کلام یہ ہے ۔ان دلائل سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں کے پاس گھوڑے تھے گھوڑوں کا انکار نہیں کیا جا سکتا انصاف پسندوں کے لیے اتنے دلائل کافی ہیں اس لیے میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ کتب میں جگہ جگہ گھوڑے ہونے کا ذکر آیا ہے،جہاں کہیں اونٹنی ہونے کا ذکر ہے ہم اس کا انکار نہیں کرتے،چونکہ سواریوں میں اونٹنی کا ذکر بھی ایا ہے جس کی واضح دلیل یہ ہے فرزوق سے ملاقات سے پہلے ایک قافلہ والوں سے آپ نے کرائے پر اونٹ و اونٹنیاں لی تھی کربلا تک کے لیے آپ کی دوسواریاں تھی اونٹنی اور گھوڑا اور آپ نے جب چاہا جہاں چاہا دونو سواری میں سے ایک کا استعمال کیا اس لیے دونوں میں تعرض نہیں ۔

حضرت علامہ محمد علی صاحب اور عبد مصطفی نے گھوڑا نہ ہونے پر جو دلائل دئے ہیں، وہ نہایت ہی ضعیف کمزور ہیں ان دلائل سے دلیل ہرگز نہیں پکڑی جاسکتی،ان دلائل کی بنیاد پر آپ گھوڑوں کا انکار قطعی طور پر غلط ہے،اتنی واضح عبارات ہونے کے بعد اسی پر اڑے رہنا سوا غلطی وخطا کے کچھ نہیں ۔

(کیا خیمۂ حسین میں پانی نہ تھا)

کربلا میں پانی بند ہونے میدان کربلا ریگستان اور اس کے راوی و روایت کا تحقیقی جائزہ

خطیب حضرات عام طور پر یہ بیان کرتے ہیں اور اردو کی عام کتب میں بھی یہ لکھا ہوا کہ کربلا میں ایک بوند بھی پانی نہیں تھا تین دن تک بھوکے پیاسے رہے، ذرا بھی پانی موجود نہیں تھا خطیب حضرات نے شاید یہ نتیجہ اس روایت سے نکالا کہ 7 محرم کو پانی پر بہت سخت پہرا لگا دیا گیا تھا تا کہ کوئی پانی نہ لے جاسکے یہ روایت تمام کتب میں موجود ہے ۔لیکن اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ پانی موجود ہی نہ ہو ۔اسی پر انشاءاللہ میں تحقیقی بحث کروں گا۔

فنقول و باللہ توفیق

قارئین کرام ہمیں کسی بھی معتبر کتب میں کہیں نہیں ملا کی ایک بوند بھی پانی نہیں تھا، بلکہ تحقیق کے مطابق پانی موجود تھا اور اتنا زیادا تھا کی امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں نے اس سے غسل فرمایا اور یہ بھی مشہور ہے کہ کربلا بے آب و گیاہ میدان تھا، یہ غیر معتبر بات ہے ۔حقیقت یہ ہے کہ کربلا میں نرکل اور بانس کا جنگل تھا یہ ریگستان نہ تھا ۔یہ میدان دریائے فرات یا اس سے نکلنے والی نہر کا کنارہ تھا ۔قارئین کرام پانی نہ ہونے کی بات لوگوں کے ذہن میں اس طرح بیٹھی ہوئی ہے کہ کسی کو اگر اس بات کو سمجھانے کی کوشش کرو تو آپ کو وہ گستاخ اہلبیت یا آپ کو گالی بھرے القابات سے یاد کرے گا ۔فقیر نے جب پہلی بار یہ کہا تھا پانی موجود تھا تو گو یہ کہ جیسے کوئی کفر بول دیا ہو یا یہ کی امام عالی مقام کی شان میں گستاخی کر دی ہو یہ سنکر چند شر پسندوں نے ایک مفتی صاحب کو فقیر سے بات کرنے کے لیے کہا اب وہ مفتی صاحب بھی ایسے کہ نہ تو تحقیق کی نہ ہی کتب دیکھنے کی تکلیف برداشت کی اور

بات کرنے پر تیار ہو گئے، جب ان سے بات ہوئی اور ہم نے ان کو کتب کے حوالے دیئے تو بیچار بولے ہم نے یہ کتابیں نہیں پڑی ۔ بہر حال کربلا میں پانی موجود تھا اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

طبری میں ہے۔ولما اشتد علی الحسین و اصحابه العطش دعا العباس بن علی بن ابی طالب اخاه، فبعثه فی ثلاثین فارسا و عشرین راجلا و بعث معهم بعشرین قربته فجاءوا حتی دنوا من الماء لیلا و استقدم امامهم باللواء نافع بن هلال الجملی ، فقال عمرو بن الحجاج الزبیدی من الرجل، فجیء فقال، ما جاء بك، قال جئنا نشرب من هذا الماء الذی حلأتمونا عنه، هنسیًا، قال لا والله، لا اشرب منه قطرته و حسین عطشان و من تری من اصحابه فطلعوا علیه۔. فقال لا سبیل الی سقی هؤلاء انما وضعنا بهذا المكان لنمنعهم الماء ،، فلما دنا منه اصحابه قال لرجاله۔ املئوا قربکم ،، فشدر الرجالته فملوئوا قربهم وثار الیهم عمرو بن الحجاج و اصحابه فحمل علیهم العباس بن علی و نافع بن هلال فکفه وهم، ثم انصرفوا الی رحالهم ، امضوا و وقفو دونهم فعطف علیهم عمرو بن الحجاج و اصحابه واطردو قلیلا ان رجالا من صداء طعن من اصحاب عمرو بن حجاج طعنه نافع بن هلال فظن انها لیست بشء ، ثم انها انتقضت بعد ذلك فما منها وجاء اصحاب حسین بالقرب فادخلوها علیه۔جب آپ پر اور اپ کے انصار پر پیاس کا غلبہ ہوا، تو آپ نے اپنے بھائی عباس بن علی رضی اللہ علہ کو بلایا تیس گھڑسوار بیس پیادے بیس مشکیں ان

کے ساتھ کر دیں اور پانی لانے کے لیے روانا کیا۔ یہ لوگ رات کے وقت نہر کے قریب پہنچے نافع بن ہلال جلی علم لیے ہوئے سب سے آگے بڑھ گئے، ابن حجاج کہنے لگا کون ہے آو کیوں آئے ہو۔ نافع نے کہا ہم تو یہ پانی پینے آئے ہیں ۔جس پر تم لوگوں نے پہرا دیا ہوا ہے اس نے کہا پانی پی لو کہا امام عالی مقام کو پیاس لگی ہے اوران کے ساتھیوں کو ان کے بغیر ہم ایک قطرہ بھی نہ پیوں گا۔ اتنے میں اور لوگ بھی اس کے سامنے آئے ابن حجاج نے کہا ان لوگوں کو پانی پلانا ممکن نہیں ۔ہم اسی کے لیے پہرا دے رہے ہیں، نافع کے ساتھ والے جب آگے آئے تو انہوں نے پیادوں سے کہا اپنی اپنی مشکیں بھرلو۔ پیادے دوڑ پڑے سب نے مشکیں بھرلی ابن حجاج نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان پر حملہ کیا۔ یہ دیکھکر عباس بن علی نافع بن ھلال نے بھی ان پر حملہ کیا۔سب کا منہ پھیر دیا پھر اپنے خیموں کی طرف واپس جانے لگے پیادوں سے کہا نکل جاؤ اور خود دشمنوں کو روکنے کے لیے ٹھیرے رہے عمرو بن الحجاج اپنے ساتھیوں کے ساتھ پھر ان لوگوں پر پلٹ پڑا اور ہٹا دیا اصحاب ابن حجاج میں سے ایک شخص پر نافع بن ھلال نے نیزہ کا وار کیا جس سے اس کو زخم لگا بعد میں وہ پھٹ گیا اور وہ مرگیا اور انصار امام عالی مقام کی بارگاہ میں پانی سے بھری مشکیں لیکر آئیں اور آپ کی خدمت میں پیش کر دئے قارئین کرام دیکھا آپ نے اس روایت میں ہر چند کے پانی لے جانے کے لئے جنگ ضرور ہوئی لیکن وہ بیس مشکیں پانی امام عالی مقام کی خدمت میں پہنچا اس روایت کی رو سے آپ یہ نہیں کہہ سکتیں کہ پانی موجود نہ تھا مزید ایک روایت اور دیکھیں طبری میں ہے۔حضرت امام عالی مقام سے حضرت زینب آہ وزاری کرتی ہیں اور کہتی ہیں یہ لوگ آپ کو کیا قتل کریں گے؟ اور آپ آہ وزاری کر رہی تھیں کہ بے ہوش ہو کر گر جاتی ہیں۔امام عالی مقام آگے آئے اور آپ کے چہرہ پر پانی چھڑکاو خرت مغشیا علیھا فقام الیھا الحسین فصب علی وجھھا

الماء۔(تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 420)

البدایۃ والنہایۃ میں ہے فعدل الحسین الی خیمتہ قد نصبت فاغتسل فیہا وانطلی بالنورتہ وطیب بمسك کثیر۔ و دخل بعدہ بعض الأمراء ففعلوا کما فعل۔امام عالی مقام نے جب اپنے ساتھیوں کی صف بندی کردی پھر آپ اپنے نصب کئے ہوئے خیمے میں واپس آئے اور آپ نے غسل کیا چونے کی مالش کی بہت سی کستوری کی خوشبو لگائی پھر آپ کے بعد کچھ امراء آئیں انہوں نے غسل کیا خوشبو لگائی۔

(البدایتہ والنہایتہ جلد 8 صفحہ 179)

قارئین کرام دیکھا آپ نے بدایتہ کی یہ عبارت بلکل صاف بتارہی ہے امام عالی مقام اور آپ کے بعض ساتھیوں نے غسل کیا اب جب آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے غسل کیا تو پانی بلکل موجود ہی نہ تھا اس کی کیا حقیقت رہ گئی آپ بخوبی سمجھ سکتیں ہیں اسی البدایتہ والنہایتہ میں ہے حضرت امام عالی مقام سے حضرت زینب اہ وزاری کرتی ہیں اور کہتی ہیں یہ لوگ آپ کو کیا قتل کریں گے؟ اور آپ اہ وزاری کررہی تھیں کہ بے ہوش ہوکر گرجاتی ہیں۔امام عالی مقام آگے آئے اور آپ کے چہرہ پر پانی چھڑکا۔وخرت مغشیا علیہا فقام الیہا الحسین فصب علی وجھہا الماء۔(البدایۃ والنہایۃ جلد 8 صفحہ 177)

قارئین کرام یہ روایت ہم طبری کے حوالہ سے بھی نقل کر آئے ہیں۔حضرت زینب بے ہوش ہوکر گرجاتی ہیں امام عالی مقام آگے بڑھ کر پانی چھڑکتے ہیں آپ کے چہرہ پر غسل کرنے کے لیے پانی ہے چہرے پر پانی ڈالنے کے لیے بھی پانی ہے تو کیا پانی صرف پینے کے لیے نہیں تھا؟ یہ سوال آپ پر چھوڑتیں ہیں،اتنا پانی ہونے کے بعد بھی کیا بچوں کے پینے کے لیے پانی نہ تھا؟ کہ

امام عالی مقام کو پانی مانگنے جانا پڑا اور یہ روایت خاص عاشورہ کے دن کی ہیں اور یہ تمام روایت اس بات پر صاف دلالت کرتی ہیں کے کربلا میں پانی موجود تھا۔اور یہ روایات کربلا میں پانی موجود ہونے کی شیعوں کی کتب میں بھی مذکور ہے ملا باقر مجلسی نے مجمع البحار میں دسویں محرم کی صبح تک وافر مقدار میں پانی کا ذکر کیا ہے۔ثم قال لاصحابه قوموا فاشربوا من الماء یکن آخر زادکم و توضؤوا واغتسلوا و اغسلوا ثیابکم لتکون اکفانکم ثم صلی بهم الفجر ،، پھر امام نے اپنے اصحاب سے فرمایا اٹھو پانی پیو شاید تمہارے لئے یہ دنیا میں پینے کی آخری چیز ہو اور وضو کرو۔نہاؤ اور اپنے لباس کو دھولو تاکہ وہ تمہارے کفن بن سکیں،اس کے بعد امام حسین نے اپنے اصحاب کے ہمراہ نماز فجر باجماعت پڑھی۔(بحار الانوار جلد 44 صفحہ 217)

اسی بحار الانوار میں ایک اور مقام پر پانی کی روایت ہے۔،امام عالی مقام کو جب پیاس لگی تو آپ نے حضرت عباس اور ان کے ساتھ کچھ ساتھیوں کو پانی لانے کے لیے بھیجا،وہاں یزیدوں سے لڑائی ہوئی لیکن پانی لیکر واپس آگئے فشرب الحسین و من کان معه پھر وہ پانی امام عالی مقام اور اپ کے ساتھیوں نے پیا۔(بحار الانوار جلد 44 صفحہ 253)

ملا باقر مجلسی جو کہ شیعہ ہے وہ لکھتا ہے امام عالی مقام کے ساتھیوں کو جب پیاس لگی تو انہوں نے امام عالی مقام سے آکر پیاس کے بارے میں عرض کی،تو امام عالی مقام نے اپنے ہاتھ میں بیلچہ لیا خیمہ سے بہار آئے اور نو قدم قبلہ کی طرف چلے وہاں ایک بیلچہ زمین پر مارا۔اور وہاں سے چشمہ شیریں آب پانی ظاہر ہوا۔پھر امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں نے اس چشمہ سے پانی پیا اور مشکیں وغیرہ بھر لی۔(جلاء العیون مترجم جلد 2 صفحہ 222)

اسی کتاب کے اسی صفحہ پر یہ روایت بھی نقل ہے امام عالی مقام نے حضرت عباس کو تیس

سوار اور 32 پیادوں کے ساتھ پانی لینے بھیجا اور وہ لوگ پانی لیکر آئے۔

قارئین کرام یہ دونوں روایت پانی موجود ہونے پر دلالت کرتی ہیں، پہلی روایت میں امام عالی مقام نے بیلچہ زمین پر مار کر پانی نکالا، اور دوسری روایات میں، امام عالی مقام کے اصحاب کا پانی لیکر انا اس بات پر دلالت کرتا ہے 3 دن پانی کا ایک قطرہ بھی نہ تھا یہ غیر معتبر بات محض افسانہ ہے۔ شیعوں کی کتاب ریاض القدس میں ہے۔ امام عالی مقام نے کدال زمین پر مارا وہاں پانی کا چشمہ نکل ایا۔ (ریاض القدس جلد 1 صفحہ 366)

اسی کتاب کے صفحہ 362 پر حضرت عباس کے پانی لانے والی روایت بھی مذکور ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ 410 پر بریر ابن خصیر کا نہر فرات سے پانی لیکر انا یہ روایت بھی مذکور ہے۔ پانی موجود ہونے کی روایت کے بارے میں مفتی شریف الحق رحمہ اللہ فرماتے ہیں، امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں نے عاشوراہ کی صبح کو غسل فرمایا یہ روایت بدایہ نہایہ میں ہے فعدل الحسین الی خیمته قد نصبت فاغتسل فیها وانطلی بالنورته وطیب بمسك كثير۔ و دخل بعده بعض الأمراء ففعلوا كما فعل۔ امام عالی مقام نے جب اپنے ساتھیوں کی صف بندی کردی پھر آپ اپنے نصب کئے ہوئے خیمے میں واپس آئے اور آپ نے غسل کیا چونے کی مالش کی بہت سی کستوری کی خوشبو لگائی پھر آپ کے بعد کچھ امراء آئے انہوں نے غسل کیا خوشبو لگائی بلکہ اسی ایک صفحہ پہلے یہ روایت بھی ہے وخرت مغشيا عليها فقام اليها و صب على وجهها الماء، حضرت زینب بیہوش ہوکر گر پڑی امام عالی مقام پاس گئے اور ان کے چہرے پر پانی چھڑکا۔

طبری میں بھی یہ روایت ہے بلکہ رافضیوں کی کتب میں بھی ہے ہمارے یہاں کے شیعوں

نے نقن میاں کو بلایا تھا جو مجتہد تھے انہوں نے تقریر میں یہ روایت بیان کی جس پر جاہلوں نے بہت شور کیا ان کو گالیاں دیں ایک جاہل نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر ایسے دو ایک واعظ آگئے تو ہمارا مذہب میں مل جائے گا جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اس روایت میں استبعاد نہیں ہے صحیح ہوسکتی ہے یہ صحیح ہے کہ سات محرم کو ابن زیاد کے حکم سے نہر فرات پر پہرہ بیٹھا تھا کہ امام عالی مقام کے لوگ پانی نہ لینے پائیں۔مگر یہ بھی روایت ہے اس پہرے کے باوجود حضرت عباس کچھ لوگوں کو لیکر کسی نہ کسی طرح پانی لایا کرتے تھے۔شہادت کے ذاکرین لیکن آب بندی کی روایت کو جس طرح بیان کرتے ہیں۔اگر نہ کریں تو محفل کا رنگ نہیں جمیگا۔اس روایت میں اور وقت شہادت علی اصغر و حضرت علی اکبر کا پیاس سے جو حال مذکور ہے منافات نہیں۔ہوسکتا ہے صبح کو پانی اس قدر ہو کہ سب نے غسل کرلیا پھر پانی ختم ہوگیا، جنگ شروع ہو جانے کی وجہ سے فرات کے پہرے داروں نے زیادہ سختی کردی ہو اس کی تائید اس سے بھی ہو رہی ہے کے حضرت عباس فرات سے مشک بھر کر لا رہے تھے کہ شہید ہوئے۔ہمیں اس پر اصرار نہیں کہ یہ روایت صحیح ہے۔مگر میں قطعی یہ حکم بھی نہیں دے سکتا کہ یہ روایت غلط ہے، تاریخی واقعات جذبات سے نہیں جانچے جاتے۔حقائق اور روایات کی بنیاد پر جانچے جاتے ہیں۔(فتاوی شارح بخاری جلد 2 صفحہ 68)

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول قاسمی لکھتیں ہیں،دسوی محرم کو امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں نے غسل کیا خوشبوں لگائی،غسل خانے کے طور پر ایک الگ خیمہ موجود تھا۔(سانحہ کربلا صفحہ 8)

قارئین کرام ان روایات سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ کربلا میں پانی موجود تھا۔اور اتنا زیادہ تھا کہ اس سے وضو غسل بھی کیا جاتا تھا، اور یہ روایت نہ اہلسنت بلکہ شیعہ حضرات کی کتب میں بھی موجود ہیں جنہیں ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔کربلا کے میدان کو بے آب ریگستان کا میدان بتایا جاتا

ہے حالانکہ یہ بھی غلط ہے جبکہ وہ بانس نرکل کا کا جنگل تھا۔(کیا میدان کربلا ریگستان تھا)لوگوں میں یہ مشہور ہے کربلا بے آب میدان تھا۔یہ ایک غیر معتبر بات ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کربلا میں نرکل اور بانس کا جنگل تھا یہ ریگستان نہ تھا یہ میدان دریائے فرات یا اس سے نکلنے والی نہر کا کنارا تھا امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں کو یہ تجربہ ہوگیا تھا کہ ذرا سہ کھودنے پر پانی نکل آئے گا اسی لیے امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں نے کدال سے پانی نکالنے کے لیے زمین کو کھودا تھا۔

الفتوح میں ہے۔فقد بغلني ان الحسين يشرب الماء هو و اولاده وقد حفروا الا بار و نصبوا الاعلام فانظر اذا ورد عليك كتابي هذا فا منعهم من حفر الا بار ما استطعت و ضيق عليهم ولا تدعهم يشربوا من ماء الفرات قطرته واحدته،،ابن زیاد نے کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ امام عالی مقام نے اوران کی اولاد واصحاب نے پانی پینے کے لئے کنویں کھود رکھے ہیں۔اور میدان میں جھنڈے گاڑ رکھے ہیں خبردار میرا خط جب تمہیں مل جائے تو مزید کھدائی سے روک دیں اور انہیں اتنا تنگ کیا جائے وہ فرات سے ایک قطرہ بھی نہ پی سکیں۔(الفتوح جلد 5 طفحه 91)

قارئین کرام دیکھا آپ نے کربلا ایک ایسا میدان تھا جو بے آب نہ تھا بلکہ اس کے قریب نہر فرات تھی اور اس دور میں اس میں بڑے بڑے جہاز وکشتیاں چلا کرتی تھی اب ظاہر سی بات ہے جب ایسی نہر پاس میں ہو تو پانی کھودنے پر نکل ہی آے گا،یاقوت حموی معجم البلدان میں لکھتے ہیں اور طف کوفہ کے پاس کی وہ میدانی زمین ہے جو صحرائے شام کے راستے میں اتی ہے۔جہاں حسین بن علی مقتول ہوئے تھے۔اور یہ زمین سرسبز وشاداب اور زرخیز صحرائی زمین ہے۔جس میں متعدد پانی کے چشمے بہتے ہیں۔جن میں الصيد القتقتانه، وهميه چشمہ جمل اور اس جیسے اور

کئی چشمے بہتے ہیں۔ (معجم البلدان جلد 6 صفحہ 51)

قارئین کرام! دیکھا آپ نے یاقوت حموی نے صاف صراحت کردی کہ وہاں پانی کے متعدد چشمے جاری تھے،۔اب آپ باخوبی سمجھ سکتیں ہیں،۔اگر ایسے میں زمین کو کھودا جائے تو پانی بلکل نکل سکتا ہے۔اسی طرح ایک روایت حضرت امام باقر رحمہ اللہ سے کی گئ ہے،کہ جب امام عالی مقام نے ابن زیاد کو دیکھا تو آپ نے کربلا کا رخ کرلیا،وہاں بانس اور نرکل کے جنگل کو اپنی پشت پر لیا اور مضبوطی سے جم گئے۔

اس روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کربلاء ریگستانی میدان نہ تھا بلکہ نرکل اور بانس جہاں چشمہ جاری تھے ایسا میدان تھا،خلاصہ کلام یہ ہے کربلا میں پانی موجود تھا آپ نے آپ کے ساتھیوں نے بھی غسل کیا،اور میدان کربلا ایک ایسا میدان تھا جہاں پانی کے چشمے جاری تھے کہ وہاں زمین کھودی جائے تو پانی نکل آئے اس لیے امام عالی مقام نے زمین کھود کر بھی پانی کا چشمہ نکالا تھا،ان دلائل سے یہ بات تو واضح ہوگئ کربلا میں پانی موجود تھا اور وہ میدان ریگستانی میدان نہ تھا بلکہ نرکل بانس کا جنگل تھا اس کے قریب ہی نہر فرات تھی جس میں کشتیاں جہاز چلا کرتے تھے اور اس میدان میں چشمے جاری تھیں۔اب ہم ایک نظر سات محرم سے پانی بند ہونے والے راوی اور اس کی روایت پر بھی ڈال لیتے ہیں (7 محرم الحرام سے پانی بند ہونے والی روایت اور راوی کا جائزہ) جس وقت سے ابن سعد نے کربلا میں قدم رکھا اسی وقت سے اس کے اور امام عالی مقام کے درمیان نامہ پیام اور ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔اور اس کا نتیجہ ابن سعد ابن زیاد کے درمیان خط وکتابت کی شکل میں ظاہر ہوا،۔جس کا حاصل کلام کہ ابن سعد امام عالی مقام کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرے۔

اس سلسلہ میں کئی ایک روایت ہیں جس کا مجموعی طور پر تجزیہ یہ بنتا ہے کہ طرفین کا یہ سلسلہ بلکل

آخر وقت تک قائم رہا اور دو روایتیں تو یہ صراحت کے ساتھ بتاتی ہیں یہ سلسلہ نو تاریخ کی شام کو بند ہوا۔ معاملات کے اس پس منظر میں ذرا غور کر کے دیکھنا چاہئے کہ سات تاریخ سے بندش آب کا حکم بلکہ اس کے نفاذ کو بتانے والی روایت کے ماننے کی گنجائش کہاں سے نکل سکتی ہے۔ قتل وقتال کی حالت میں تو جو دس تاریخ کو بندش آب کی کاروائی بامقصد بامعنی ہوسکتی تھی۔ مزید براں کیا یہ ممکن ہے کہ سات تاریخ سے ایسا ہوا ہو اور دس تاریخ سے پہلے کہیں کوئی پانی بند ہونے کی شکایت کی روایت نہ پائی جائیں تمام شکایتیں بیانات دس تاریخ کی ہی ذیل میں آتیں ہیں اس سے پہلے کوئی بیان نہیں ملتا حالانکہ دونوں فریقوں میں برابر رابطہ چل رہا تھا لیکن کہیں کوئی پانی بند ہونے کی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔

روایت میں اس بات کی صراحت تو ہے کہ بندش آب کی صورت یہ تھی کہ گھاٹ روکا گیا تھا پس عمر ابن سعد نے عمر بن الحجا کو پانچ سو سواروں کو بھیجا اور وہ گھات پر جا اتریں امام عالی مقام اور آپ کے ساتھی اور پانی کے درمیان حائل ہوگئی۔ اس کے علاوہ اس بات کی بھی علامت روایت میں پائی جاتی ہے۔ یہ کاروائی دس تاریخ کو عمل میں آئی جو جنگ کا دن تھا، کیونکہ روایت میں اگرچہ مذکورہ بالا الفاظ کے بعد۔ و ذالك قبل قتل الحسين بثلاث ،، یہ امام عالی مقام کی شہادت سے تین دن پہلے کی بات ہے کہ الفاظ اتے ہیں مگر فورا دس تاریخ کا قصہ شروع ہو جاتا ہے اس سے پہلے کی کوئی بات نہیں حمید کہتا ہے کہ عبد اللہ بن ابی الحصین ازدی امام عالی مقام کے مقابلہ پر ایا اور کہا کہ حسین تم پانی کو دیکھ رہے ہو کیسا اسمان کی طرح شفاف ہے قسم خدا کی تم اس میں سے ایک قطرہ بھی نہ پی سکو گے حتی کہ پیاس سے دم نکل جائے۔ سمجھ نہیں آتا شہادت سے پہلے کیوں اس طرح کے الفاظ روایت میں ذکر کئی گئی ہیں۔

امام عالی مقام کا مقابلہ دس تاریخ سے پہلے کہیں مروی نہیں اور پانی کی شکایت بھی دس تاریخ سے پہلے کہیں بیان نہیں کی گئی اس روایت کا تضاد کا پتہ اس سے بھی چل جاتا ہے جب دس تاریخ سے پہلے ایسا کوئی معاملہ ہوا ہی نہیں نہ تو کسی سے جنگ ہوئی اور نہ پانی کی شکایت ہوئی، اور یہ روایت دس تاریخ سے پہلے دونو باتوں پر دلالت کرتی ہے، اس لیے یہ روایت تضاد سے خالی نہیں۔(اورخود راوی حمید بن مسلم کا حال)اس روایت کے رواى حمید پر بھی نظر ضروری ہے۔

واقعہ کربلا میں اس کی روایت بہت ساری ہیں جن میں اس بات کے واضح قرائن ہیں کہ اس کی روایتیں جعلی ہیں بلکہ یہ خود بھی جعلی ہے۔ یہ شخص کبھی اہلبیت کا اتنا ہمدرد نظر آتا ہے گو یہ کے معلوم ہوتا ہے یہ انہی کی صف میں ہو کہتا ہے حصرت زین العابدین کو جو بھی مارنے اتا میں اس کو واپس کر دیتا اور کبھی یزیدی فوج میں اس طرح نظر آتا کہ اہلبیت کی شہادت کی خبر پہنچانے اور امام عالی مقام کے سر کو خود لیکر جاتا ہے۔اس کی روایات پر کلام کیا جائے تو بہت طویل کلام ہوسکتا ہے چند روایات کی نشاندہی کرتا ہوں، حمید بن مسلم کہتا ہے کربلا سے عمر بن سعد نے اپنے گھر روانا کیا مجھے تاکہ اس کی خیر عافیت اور فتحیابی کی خبر سنائی، اور یہ کام کر کے جب وہ ابن زیاد کے پاس گیا تو وہاں امام عالی مقام کا سر رکھا تھا، اور قافلہ حسین کے افراد بھی موجود تھے۔جبکہ یہی شخص ایک مقام پر کہتا ہے کہ عمر بن سعد نے اس کو اور اس کے ساتھ ایک شخص کو ابن زیاد کے پاس امام عالی مقام کا سر لیکر بھیجا۔یعنی اس کی ایک روایت کے مطابق سر پہنچانے والا یہ خود تھا، اور دوسری روایت کے مطابق سر پہنچانے والا کوئی اور تھا،، جب یہ خود سر لیکر گیا تو پھر یہ یوں کیوں کہتا ہے ابن زیاد کے پاس پہنچا تو وہاں سر مبارک کو دیکھا،، یعنی سر مبارک پہلے سے ہی رکھا ہوا تھا وہاں یعنی کوئی اور لایا تھا اور ایک طرف کہتا ہے میں خود سر کو لیکر گیا اسی طرح اس کی روایت تضاد سے خالی نہیں اسی طرح یہ کہتا

ہے حضرت زین العابدین کو ابن زیاد قتل کرنا چاہتا تھا پھر حضرت زین العابدین کو برہنہ ستر کھولکر ان کے بالغ ہونے یا نہ ہونے کا امتحان لیا گیا اور پھر نابالغ سمجھ کر چھوڑ دیا۔

قارئین کرام یہ مزاق نہیں تو اور کیا ہے کیا اس راوی کو اتنا بھی نہ پتہ تھا کہ حضرت زین العابدین 22 سال کے شادی شدہ اور ایک بچے حضرت محمد الباقر کے باپ تھیں اور وہ بچہ بھی قافلہ میں موجود تھا۔ اور پھر ستر کھولکر ایسا کونسا امتحان لیا گیا کہ اس سے پتہ چلتا کہ یہ بالغ ہے یا نہیں جب بچہ کو احتلام ہو جائے تو وہ بالغ ہو جاتا ہے، لیکن ستر دیکھنے سے کیسے پتا چلا کی وہ نابلغ ہیں،، اور تو اور 22 سال کی عمر والے کی جسامت سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ بالغ ہے لیکن کیا اس راوی کو اتنا بھی نہیں پتہ اور پھر یہ حمیدی بن مسلم خود کہتا ہے۔ حضرت قاسم کو ایک بچہ میدان میں آیا لڑنے کو، لیکن انکوں قتل کر دیا گیا۔ جب بچے کو قتل نہیں کرنا تھا یعنی یہ کہتا ہے حضرت زین العاندین کو اس لیے قتل نہیں کیا کہ وہ بچے تھیں،۔ جب کہ وہ 22 سال کے تھیں اس وقت، اور ایک بچے کے والد۔ تو حضرت قاسم کو کیوں قتل کیا گیا جب کہ یہ خود کہتا ہے بچہ میدان میں لڑنے آیا یعنی حضرت قاسم کو بچہ کہتا ہے اور انکوں قتل بھی کیا جاتا ہے۔ اور تو اور حضرت علی اصغر تو دودھ پیتے بچے تھے، پھر بھی انکوں شہید کر دیا گیا،، اور حضرت زین العابدین کے متعلق کہتا ہے وہ نابلغ تھیں، اس لیے قتل نہیں کیا جبکہ دوسری جانب نابلغوں کو بھی قتل کیا گیا تھا یعنی یہ کہنا چاہتا ہے نابالغوں کو قتل نہیں کیا گیا، ستر کھول کر دیکھا گیا اس طرح کی باتیں کرتا ہے۔ کہ ستر کھولکر امتحان لیا گیا۔

قارئین کرام! دیکھا آپنے اس راوی حمید بن مسلم کی روایتوں میں تضاد ہی تضاد ہے۔ یہ سب ہم نے طبری کی روایات سے ذکر کیا ہے جلد 5 میں اس کی روایات دیکھی جا سکتی ہیں، خلاصہ کلام یہ ہے حمید جو کی پانی بند ہونے والی روایت کا راوی ہے اس کی روایات میں تضاد ہی تضاد ہے اس کی

روایات غیر معتبر ہیں تضاد سے خالی نہیں ہے۔ ہم نے واقعہ کربلا پر اب تک جو کچھ بھی تحریر کیا ہے اور اب بھی یہ تحریری سفر جاری ہے۔ اللہ عزوجل کی رضا حاصل کرنے امت محمدیہ کی خیر خواہی کے جذبے کے تحت کیا ہے، ہمارا مقصد یہی ہے کہ جو کچھ بھی بیان کیا جائے وہ صحیح روایات کے ساتھ بیان کیا جائے مبالغہ اور جھوٹی شان بیان نہ کی جائے۔

واللہ ہم اہلبیت سے دل و جان سے محبت کرتے ہیں۔ اور اس محبت کو اپنے لئے نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ہمارا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں کی شہادت کی اہمیت کم ہو یا اہلبیت کی تنقیص ہو یا ہمارے دل میں بغض ہو معاذ اللہ۔ ہم نے اس پر تحقیقی نظر کی اور من گھڑت واقعات کو اس سے نکال کر انکی نشاندہی کی۔ اگر میری یہ تحقیق صحیح وصواب ہے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہے، اور اگر اس تحقیق میں خطا ہے تو میری تحقیق اور مطالعہ کی کمی ہے۔ اللہ کریم ہمیں حق بولنے لکھنے سننے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

(کیا امام عالی مقام نے حضرت علی اصغر کے لئے پانی طلب کیا تھا)

چھ ماہ کے علی اصغر اور ان کے پیاس کا افسانوی قصہ بھی غیر معتبر ہے، عموماواعظین کہتے ہیں کہ شہزادہ علی اصغر رضی اللہ عنہ کو امام حسین نے یزیدیوں کے سامنے لے جا کر پانی مانگا یہ پانی مانگنے کا غیر معتبر قصہ ہے "خاك کربلا" جیسی کتب میں بغیر حوالے کے درج ہے بلا تحقیق غور وخوض کے عوام الناس میں بیان کیا جاتا ہے، جب کہ یہ واقعہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان عزیمت کے بالکل خلاف ہے اور ان کی شایان شان قطعاً نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے حضرت علی اصغر کا نام عبداللہ ہے، علی اصغر آپ کو کہا جاتا ہے، جب پانی اتنی مقدار میں موجود تھا کہ امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں نے غسل کیا حضرت زینب بے ہوش ہو کر گری تو آپ کے چہرے پر پانی ڈالا گیا تو کیا حضرت عبداللہ یعنی علی اصغر کے پینے کے لئے نہ تھا؟ کتنی ہی عجیب بات ہے سچ تو یہ ہے امام عالی مقام اس بچہ کو لیکر پانی مانگنے نہیں گئے تھے۔ بلکہ آپ اپنے اس بچہ کو پیار کر رہے تھے تو دشمنوں نے تیر مارا جو کے اس بچہ علی اصغر کے آ کر لگا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ جی ہاں یہ بات تو شیعوں کی کتب میں بھی لکھی ہوی ہے، میں کچھ حوالے نقل کرتا ہوں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام عالی مقام پانی مانگنے نہیں گئے تھے طبری میں ہے، اتی الحسین بصبی له فهو فی حجره اذ رماه احد کم یا بنی اسد بسهم فذبحه ایک بچہ کو امام عالی مقام کے پاس لایا گیا یہ بچہ عبداللہ بن حسین تھا آپ نے اس کو گود میں لیا بنی اسد میں سے ایک شخص نے تیر مارا بچہ ذبحہ ہو گیا۔

(تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 448)

اسی طرح بدایہ والنہایہ میں ہے کہ امام عالی مقام بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس آپ کا بچہ

لایا گیا جس کا نام عبداللہ تھا، آپ نے اسکو پیار کیا بوسہ دیا بنی اسد کے ایک مرد نے تیر مارا جو کہ بچے کو لگا جس سے وہ ذبح ہوگیا۔ ثم ان الحسين أعيا قعد على باب فطاطاه و أتى بصبي صغير من أولاده اسمه عبد الله ، فأجلسه في حجره ثم جعل يقبله و يشمه و يودعه و يوصي اهله فرماه رجل من بني اسد"

(البدایتہ والنہایتہ جلد 8 صفحہ 186)

بدایہ کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا اس بچہ کا نام عبداللہ تھا یعنی حضرت علی اصغر کا نام عبداللہ ہے۔ اسی طرح علامہ مفتی غلام رسول قاسمی صاحب سانحہ کربلا میں لکھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ یعنی علی اصغر جو شیر خوار بچے تھے امام عالی مقام خیمے کے دروازے پر انہیں گود میں لیکر بیٹھے انہیں بوسے دینے الوداع اور گھر والوں کو وصیت کرنے لگے۔ بنی اسد میں سے ایک شخص نے تیر مارا جو کے ننھے شہزادے کی گردن مبارک میں آ کر لگا اور جام شہادت نوش فرما گئے۔ (سانحہ کربلا صفحہ 9)

اسی طرح ایک شیعہ عالم ملا باقر مجلسی لکھتا ہے،۔ امام عالی مقام نے فرمایا میرے چھوتے فرزند عبداللہ کو لاؤ کہ اسے وداع کروں بعضوں نے انہیں علی اصغر کہا ہے۔ جب امام عالی مقام نے اس بچے کو اپنے ہاتھو پر لیا انہیں پیار کیا۔ ہرملہ بن کاہل نے ایک تیر مارا جو کی بچے کی گردن پر آ کر لگا اور وہ شہید ہوگیا۔ (جلاء العیون جلد 2 صفحہ 249 مترجم)

قارئین کرام دیکھا آپ نے کہیں بھی ان کتب میں یہ نہیں لکھا کہ امام عالی مقام پانی مانگنے گئے تھے بچے کے لیے اور دودھ بھی خشک ہوگیا تھا وغیرہ وغیرہ، اس طرح کا جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے یہ محض ایک افسانہ جس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اس کا مقصد صرف اس شہادت کو دردناک بنانا ہے اور لوگوں کو رلانا ہے ساتھ ہی یہ بھی پتہ چلا حضرت علی اضعر کا اصل نام عبداللہ ہے۔ واضح ہو کہ ہم

نے اس تحریر میں کربلا میں پانی موجود ہونے کا ذکر کیا ہے، میدان کربلا میں پانی موجود ہونے اور اس کے روای کا جائزہ میدان کربلا ریگستان نہ تھا شیعہ حضرات کے یہاں اس کو کس طرح دیکھا جاتا ہے، اس پر تفصیلی تحریر بہت جلد آئے گی۔ان شاء اللہ اللہ کریم حق بولنے صواب لکھنے کی توفیق عطا فرمائے، غلط بولنے اور غلط لکھنے سے محفوظ فرمائے۔آمین

❁❁❁❁❁

(حضرت عباس ابن علی کی شہادت اور ایک افسانہ)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ تضاد سے بھرا پڑا ہے،، لیکن جس طرح عام طور پر آپ کی شہادت ذکر کی جاتی ہے معتبر کتب میں ایسا کچھ نہیں لکھا ہے میں مقتل ابو مخنف سے ذکر کرتا ہوں چونکہ وہیں سے اس کو اخذ کیا جاتا ہے۔ میں عربی عبارت چھوڑ رہا ہوں صرف اردو میں ذکر کرتا ہوں جسے شوق ہو وہ مقتل ابو مخنف میں دیکھ لے۔

مقتل ابو مخنف صفحہ 89 پر ہے، جب امام عالی مقام کو پیاس لگی تو آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے کنواں کھودا لیکن اس میں پانی نہ نکلا پھر آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرات سے پانی لانے کے لیے کہا۔ آپ کچھ ساتھیوں کو لیکر فرات پر جاتے ہیں، اور وہاں یزیدی فوج سے جنگ ہوتی ہے، حضرت عباس کے ہاتھ پر تلوار مار کر ایک ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے پھر آپ تلوار کو دوسرے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ پھر اس کے بعد دوسرے ہاتھ پر تلوار مار کر آپ کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے پھر آپ منہ میں تلوار پکڑ کر جنگ کرتے ہیں۔ آپ کے اوپر اتنے تیر برسائے جاتے ہیں کہ آپ کی زرہ خارپشت کی طرح ہو جاتی ہے۔ پھر جو مشک آپ کی پیٹھ پر لدی ہوئی تھی اس پر تیر برسانے کا حکم دیا جاتا ہے، تیر برسائے جاتے ہیں تو مشک پھٹ جاتی ہے۔ پھر آپ کے سر پر وار کیا جاتا ہے جس سے آپ گھوڑے سے نیچے گر جاتے ہیں۔

قارئین کرام! دیکھا آپ نے اس میں کتنی من گھڑت باتیں موجود ہیں اس شہادت کو دردناک بنانے کی کوشش کی گئی ہے جس کا مقصد صرف لوگوں کو رلانا دھلانا ہے، یہ محض ایک افسانہ ہے جی ہاں اور بلکل عقل کے خلاف بھی ہے،، اس میں لکھا ہے امام عالی مقام اور ساتھیوں نے کنواں کھودا تھا جس میں پانی نہ نکلا یہ بھی غلط بات ہے چونکہ کربلا ایک ایسا میدان تھا جس کے ارد گرد

چشمے جاری تھے جیسا کے ہم اوپر ذکر کرائے ہیں معجم البلدان وغیرہ کے حوالے سے نیزوہ بہت بڑی نہر ہے تو ظاہر سی بات ہے اس کے پاس کنواں کھودا جائے گا تو پانی نکل آئے گا،اس واقعہ میں لکھا ہے آپ کا ایک ہاتھ کٹا تو تلوار دوسرے ہاتھ میں پکڑلی یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ جب تلوار ہاتھ میں تھی اور جب ہاتھ کٹ کر گر گیا تو ظاہر سی بات ہے تلوار بھی زمین پر گر جائے گی اور اس کو اٹھانے کے لیے زمین پر اترنا ہوگا گھوڑے پر سے لیکن وہاں ایسا نہیں لکھا،اور تو اور چلیں دوسرے ہاتھ میں تلوار پکڑ بھی لی تو جب دوسرا ہاتھ کٹ گیا تو سوال یہ ہے منہ میں تلوار پکڑ کر آپ لڑے کیسے،،۔یہ بھی جھوٹ ہے کہ منہ میں تلوار لیکر آپ لڑے،،جب دوسرا ہاتھ بھی کٹ گیا تو ظاہر بات ہے تلوار نیچے زمین پر گر جائے گی نہ کہ منہ میں آئے گی۔اور اگر یہ بات مان بھی لیں کہ منہ میں پکڑلی تو پھر آپ منہ سے لڑے کیسے اس کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔کے یہ سب باتیں عقل وشواہد کے خلاف ہیں جس کو عقل ہر گز تسلیم نہیں کرسکتی،اور اس میں کہا گیا ہے کہ زرہ بھی چھلنی ہوگئ ،اب جب زرہ بھی چھلنی ہوگئ تو پھر آپ کو تیر کیوں نہ لگا ظاہر سی بات ہے جب کوئی چیز کسی چیز کو پھاڑ دیگی تو وہ جسم تک جا پہنچے گی۔لیکن یہاں ایسا کوئی ذکر نہیں کیا اور اس جھوٹ کی جسارت تو دیکھوں مشک بھی آپ کی پیٹھ پر لدی ہوئی تھی لیکن مشک کو ایک تیر بھی نہ لگا بلکہ سب تیر زرہ پر لگے،اور مشک سلامت رہی مجبوراً مشک پر تیر چلانے کا حکم دیا گیا جس وجہ سے مشک بعد میں پھٹ گئی،قارئین دیکھا آپ نے یہ محض ایک افسانہ ہے اس میں جی بھر کر جھوٹ بولا گیا ہے من گھڑت باتیں بنائی گئی ہیں سیدھی اور صحیح بات یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی ہے آپ پانی لاتے ہوئے شہید ہوئے ہیں،آپ کی شہادت کا ذکر معتبر کتب میں موجود ہے مگر اس طرح نہیں جس طرح بیان کیا جاتا ہے۔

❁❁❁❁❁

(حضرت قاسم ابن حسن کا تعویذ اور کربلا میں شادی)

حضرت قاسم کے بارے میں بعض کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے آپ کو جب میدان جنگ میں جانے کی اجازت نہ ملی تو آپ کے تعویذ بندھا ہوا تھا اس کو کھولا تو اس میں لکھا ہوا تھا ان کو جنگ کے میدان میں جانے دیا جائے اور یہ تعویذ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے باندھا تھا یہ بالکل منگڑھت ہے محض افسانہ ہے۔صحیح یہ ہے جو کہ شیعوں اور اہلسنت کی معتبر کتب میں لکھا ہے کہ آپ میدان جنگ میں جاتے ہیں اور شہید ہو جاتے ہیں۔تعویذ وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔مقتل ابو مخنف میں بھی صرف شہادت کا ذکر ہے اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے امام قاسم کی شادی کربلا میں امام عالی مقام نے اپنی بیٹی سے کردی تھی حالانکہ یہ بھی جھوٹ ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔بلکہ شیعوں نے بھی اسے غیر معتبر قرار دیا ہے اس کو سب سے پہلے ملا حسین کاشفی نے روصتہ الشہداء میں شادی ہونے کا شوشہ چھوڑا اس سے پہلے یہ کہیں نہیں ملتا کہ آپ کی شادی ہوئی ہو میدان کربلا میں۔

جلاء العیون میں مجلسی نے لکھا ہے میں نے اس کو کسی بھی معتبر کتاب میں نہیں پایا اسی طرح لؤلؤ والمرجان میں بھی اس کی نفی کی گئی ہے یہ شادی کا شوشہ 1000ھ میں چھوڑا گیا اس سے پہلے اس کا وجود نہ تھا بعض شیعوں نے کہا ہے جس سے شادی ہونا بتایا جاتا ہے اس کا نام زبیدہ ہے لیکن امام عالی مقام کی زبیدہ نام کی کوئی لڑکی تھی ہی نہیں بعض شیعوں نے کہا ہے اس کو 500 یا 600ھ میں نقل کیا گیا ہے،، امام اہلسنت رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہ یہ شادی ثابت ہے نہ یہ مہندی سوا اختراع اختراعی کے کوئی چیز یعنی یہ بنائی ہوئی چیز ہیں۔(فتاوی رضویہ جلد 24 صفحہ 502)

علامہ محمد علی نقشبندی نے میزان الکتب میں لکھا ہے یہ تمام باتیں منگھڑت ہیں اور اہلبیت پر

بہتان عظیم ہے امام حسین کی دو صاحب زادیاں تھی اور واقعہ کربلا سے پہلے دونوں کی شادی ہو چکی تھی،

(میزان الکتب صفحہ 246)

بہرحال یہ شادی کا واقعہ منگھڑت محض ایک افسانہ ہے جو کہ گھڑا گیا ہے جس کا مقصد صرف لوگوں کو رلانا ہے۔

۞۞۞۞۞

(ابراھیم ومحمد کی شہادت ایک افسانہ ہے)

ابراھیم ومحمد کی کوفہ جاتے ہوئے راستے میں شہادت کا واقعہ بالکل غیر معتبر ہے تاریخ کی کسی بھی معتبر کتاب میں یہ واقعہ مذکور نہیں ہے امام مسلم کے بچوں کا افسانہ سب سے پہلے اعثم الکوفی نے اپنی کتاب الفتوح میں لکھا مگر اس نے بھی صرف ان کے قیدی ہونے کو بیان کیا ہے۔ البتہ ملاحسین کاشفی نے روضۃ الشھداء میں ان کی شہادت کا شوشہ چھوڑا یہی اولین ماخذ ہے۔ جس میں ابراہیم ومحمد کی شہادت کا بیان ہے جس افسانے کو خود معتبر شیعہ مصنفین نے بھی بے بنیاد قرار دے کر رد کر دیا ہے۔

مرزا تقی اپنی کتاب ناسخ التواریخ میں لکھتا ہے مکشوف باد کہ شہادت محمد و ابراھیم پسرہائے مسلم کمتر درکتاب پیشینیاں دیدہ ام الا آنکہ عاصم (اعثم) کوفی می گوید کہ بعد از قتل حسین چوں اھل بیت را اسیر کردند پسرہائے مسلم صغیر درمیان اسرای بودند ابن زیاد ایشاں را بگرفت ومحبوس نمود نخستیں در بارہ شہادت ایشاں درکتاب روضۃ الشھداء مسطور است ومن ایں قصہ را از روضۃ الشھداء منتخب می دارم و قصہ ایشاں معتبر نیست۔ (ناسخ التواریخ، ملخصا، ص110 ج2)

امام مسلم کے صاجزادگان کی شہادت کا واقعہ پہلی کتابوں میں نہیں ہے سب سے پہلے اعثم الکوفی نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے مگر اس نے صاف لکھا ہے کہ امام مسلم کے دونوں صاجزادے محمد وابراھیم کربلا میں بھی تھے لیکن دیگر اہل بیت کے ساتھ ابن زیاد کے ہاتھوں گرفتار ہوئے شہادت کی بات سب سے پہلے ملاحسین کاشفی نے روضۃ الشھداء میں نقل فرمائی اور میں نے بھی اسی سے نقل کر کے یہ واقعہ لکھا ہے لیکن سچی بات یہ ہے کہ یہ نہایت غیر معتبر واقعہ ہے۔

اور بعض نے تو یہ کہا ہے ان بچوں کا وجود ہی نہیں تھا بعض کہتے ہیں یہ اولاد حضرت جعفر طیار کی ہیں اور بعض عبداللہ بن جعفر کی اولاد بتاتے ہیں، بعض نے کہا ہے کربلا کے واقعہ سے پہلے ان دونوں کی معلومات ہی ثابت نہیں ہے واقعہ کربلا میں ان کی شہادت کا اشارہ ہے صرف امام مسلم جب کربلا کی طرف جانے کا ارادہ فرماتے ہیں تو تاریخ کی تمام معتبر کتب میں یہ کہیں نہیں ہے کہ آپ اپنے بچوں محمد وابراہیم کو ساتھ لیکر گئے اسی طرح جب آپ نے وصیت فرمائی تو وہاں بھی آپ کے بچوں کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی کربلا کے راستے میں کہیں ذکر ہے یہ بچوں کی شہادت کا واقعہ محض ایک افسانہ ہے جس کا انکار شیعہ بھی نہ کرسکیں۔ایک شیعہ مؤرخ نے سالہا سال کربلا کے واقعہ پر تحقیق کرکے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام مجاہد اعظم ہے جس کا حصہ اول مجھ فقیر کو میسر ہوا حصہ دوم کوشش کے باوجود نہ مل پایا حصہ اول میں وہ لکھتا ہے کہ اس شہادت کے واقعہ کی بحث حصہ دوم میں مفصل کی جائے گی لیکن اس موقع پر اتنا جان لینا کافی ہے کہ یہ واقعہ قدیم ومستند کتابوں میں قطعاً نہیں ہے۔

اس واقعہ کو سب سے پہلے صاحب روصتہ الشہداء نے نقل کیا ہے لیکن کسی کتاب کی سند نقل نہیں کی،۔روصتہ الشہداء کوئی مستند کتاب نہیں ہے۔اس کتاب میں ضعیف اور بے اصل روایات بہ کثرت بھری ہوئی ہیں۔دوسرے مصنفوں نے جو یہ واقعہ لکھا ہے وہ محض ملا موصوف کی ہی کتاب سے نقل کیا ہے انہی کی پیروی وتقلید کی ہے،سلسلہ روایت کے وثوق وعدم وثوق سے قطع نظر کرکے اصول روایات سے بھی اس کی تصدیق مشتبہ اور مشکوک ہے نہ تو اس کی کوئی سند ہے نہ تو اس کی موافقت کسی تاریخ کی معتبر کتاب سے ہوتی ہے، اور نہ اصول روایات اس کے موافق ہے، تو سوائے اس کے کہ اس کو غلط اور موضوع منگھڑت کہا جائے اور کیا چارا ہوسکتا ہے۔(مجاہد اعظم حصہ اول صفحہ 197)

واقعہ کربلا میں بہت سے واقعات بلاتحقیق اور صرف اعتماد پران کولکھ دیا گیا جن میں من گھڑت روایات واقعات شامل ہو گئے،اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب امام اہلسنت سے سائل نےسوال کیا کہ حضرت مسلم کے صاحب زادیں کوفہ میں شہید ہوئے یا نہیں؟ تاریخ طبری میں ہے کہ کوفہ میں صاحب زادیں ہمارہ نہ تھے۔تو اس سوال کے جواب میں امام اہلسنت فرماتے ہیں،،یہ نہ تو مجھے اس وقت یاد ہے نہ تاریخ دیکھنے کی فرصت نہ اس سوال کی حاجت۔

(فتاوی رضویہ 24 جلد صفحہ 510)

قارئین کرام سائل کے سوال سے معلوم ہوتا ہے اس دور میں بھی حضرت مسلم کے بچوں کے شہادت کے واقعہ کو لیکر شبہ تھا جس وجہ سے سائل نے امام اہلسنت سے سوال کیا لیکن جیسا کہ ہم بتا آئے ہیں کہ ان اکابر کا میدان تاریخ کا نہ تھا بلکہ ان حضرات کو فقہ اصول فقہ حدیث اصول حدیث تفسیر و دیگر علوم میں مہارت حاصل تھی،لیکن تاریخ کا میدان ان حضرات کا نہ تھا جیسا کہ امام اہلسنت کے جواب سے بھی ظاہر ہو رہا ہے فرمایا مجھے اس وقت اس بارے میں کچھ یاد نہیں اور ساتھ ہی فرمایا تاریخ کی کتب دیکھنے کی فرصت نہیں چونکہ امام اہلسنت کے پاس سوال جواب کی کثرت رہا کرتی تھی جس وجہ سے تاریخ کتب کی فرصت نہ تھی، نیز دیگر کام بھی ہوا کرتے تھے اس میں مصروفیات ہوا کرتی تھی جس وجہ سے فرمایا دیکھنے کی فرصت نہیں قارئین کرام ہم نے اس واقعہ کے ساتھ ساتھ دیگر واقعات کا بھی من گھڑت ہونا بیان کر دیا ہے لہذا ایسے من گھڑت روایات سے بچنا ہم پر لازم ضروری ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے صاحب زادوں کا واقعہ بھی من جملہ ان واقعات من گھڑت میں سے ہے جسے رلانے اور لوگو کو دہاڑے مار کر آنسو بہانے کے لیے واعظین اپنے واعظوں میں،ذاکرین اپنے خطاب میں،اورغیر محطاط مصنف اپنی تصنیفات میں ذکر کرتے ہیں۔

(ابن عقیل کی شہادت کا مطلقا انکار نہیں کیا جا سکتا)

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے بچوں کی شہادت کا جو مشہور واقعہ ہے اس کی تحقیق ہم نے اپنی کتاب واقعات کربلا کی تحقیق وتردید میں کی ہے، اس واقعے کے غیر معتبر ہونے کے جو کچھ ثبوت فقیر کو ملے اس کو میں نے ذکر کر دیا ہے اور علامہ محمد علی نقشبندی صاحب جو کی اہلسنت کے عظیم محقق ہیں، انہوں نے اپنی کتاب میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے، اور اس کا بے اصل ہونا ثابت کیا ہے، اس مشہور واقعے کو موضوع من گھڑت قرار دیا ہے،، ہم نے اپنی کتاب میں اپنی تحقیق کے مطابق لکھ دیا ہے جو کچھ غیر معتبر ہونے کے متعلق مجھے ملا تھا اس کو میں نے لکھ دیا لیکن اس کے بعد بھی میں مزید تحقیق میں لگا رہا کے شاید کسی معتبر مستند کتاب سے شہادت کا مشہور واقعہ مل جائے مگر اس تحقیق کے دوران یہ ظاہر ہوا کہ آپ کے بچوں کا جو مشہور واقعہ ہے اس کے معتبر ہونے کا کوئی ثبوت مجھے ابھی تک نہ ملا اور نہ ہی کسی عربی کی معتبر و مستند کتاب میں اس کا ذکر ملا البتہ اس مشہور واقعہ کی وجہ سے اس بات کا ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت مسلم بن عقیل کے بچوں کی شہادت ہوئی نہ ہو یعنی جو مشہور واقعہ ہے وہ ضرور موضوع اور غیر معتبر لیکن ایسا نہیں ہے کہ آپ کے بچوں کی شہادت نہ ہوئی ہو، شہادت ہوئی ہے مگر ابراہیم اور محمد کی نہیں بلکہ عبداللہ و عبدالرحمان کی ہوئی ہے، حقیقت یہی ہے حضرت مسلم بن عقیل کے بچوں کی شہادت ہوئی ہے اور معتبر کتب میں اس کا ذکر ملتا ہے،،، امام ذہبی رحمہ اللہ سیر اعلام النبلاء میں فرماتے ہیں و قتل مع الحسین ابن اخیه القاسم بن الحسن، و عبد الله و عبد الرحمن ابنان مسلم بن عقیل ابی طالب، و امام عالی مقام کے ساتھ ان کے بھائی کے بیٹے حضرت قاسم، اور عبداللہ و عبد الرحمن

حضرت مسلم بن عقیل کے بیٹے شہید ہوئے۔(سیر اعلام النبلاء جلد 3 صفحہ 320)

امام ذہبی رحمہ اللہ کی یہ عبارت بتا رہی ہے حضرت مسلم کے بچے امام عالی مقام کے ساتھ شہید ہوئے تھے، امام شہاب الدین ابی الفلاح ،، لکھتے ہیں، و مسلم بن عقیل بن ابی طالب و ابنیه عبداللہ و عبد الرحمان ، اور حضرت مسلم بن عقیل اور آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ وعبدالرحمن شہید ہوئے۔(شذرات الذهب فی اخبار من ذهب جلد 1 صفحه 273)

الکامل میں ابن الاثیر لکھتے ہیں و قتل عبداللہ بن مسلم بن عقیل، اور عبداللہ جو کے حضرت مسلم بن عقیل کے بیٹے تھے وہ شہید ہوئے۔(الکامل فی التاریخ جلد 3 صفحه 443)

الکامل میں حضرت مسلم بن عقیل کے ایک فرزند کا نام ذکر کیا گیا ہے، جسے ہم نے اوپر ذکر کر دیا ہے ابن کثیر لکھتیں ہیں ثم قتل عبداللہ بن مسلم بن عقیل پھر حضرت مسلم بن عقیل کے فرزند عبداللہ شہید ہوئے۔(البدایه و النهایه جلد 8 صفحه 185)

اسی طرح تاریخ طبری میں ہے ثم ان عمرو بن صبیح الصداء رمی عبداللہ بن مسلم بن عقیل، پھر عمرو بن صبیح نے حضرت مسلم بن عقیل کے بیٹے عبداللہ کے تیر مارا، جس کی وجہ سے اپ کی شہادت ہوگئی، اسی صفحہ پر اگے آپ کے دوسرے بیٹے کی شہادت کا بھی ذکر ہے عبدالرحمن بن مسلم بن عقیل کے بیٹے کو بھی شہید کر دیا گیا،(تاریخ طبری جلد 5 صفحه 448)

امام ذہبی اپنی کتاب تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں،و من قتل مع الحسین یوم عاشرواء عبد اللہ و عبد الرحمنابنان مسلم بن عقیل ، یوم عاشوراء کو امام عالی مقام کے ساتھ حضرت مسلم بن عقیل کے دونوں بیٹے شہید ہوئے۔

(تاریخ الاسلام جلد 5 صفحه 21)

قارئین کرام ان دلائل سے یہ بالکل واضح ہو جاتا ہے عاشوراء والے دن حضرت مسلم کے دونوں بیٹے امام عالی مقام کے ساتھ شہید ہوئے ہیں، حضرت مسلم کے بیٹوں کی شہادت کا مطلقا انکار نہیں کیا جا سکتا اگر کوئی اتنے واضح دلائل ملنے کے بعد بھی انکار کرتا ہے تو یہ بہت بڑا جرم ہے، ایسا انسان کو چاہئے کہ اہلبیت کی محبت کی اس کے دل میں کمی ہے، اس کمی کو دور کرے، اور اس بات پر اڑا نہ رہے ہم نے اکابرین کے حوالوں سے یہ ثابت کر دیا ہے کی حضرت مسلم کے دونوں بیٹے شہید ہوئے تھے، اور ہر عبارت واضح اور چیخ چیخ کر یہ بتا رہی ہے، دونوں حضرات کی شہادت ہوئی ہے ان کی شہادت کا انکار نہیں کیا جا سکتا ان حضرات کی شہادت کا انکار بہت بڑا جرم ہے، ہاں حضرت مسلم کے جو دو بیٹوں کا ذکر عام کتابوں میں لکھا ہوا ہے حضرت محمد و ابراہیم، ان کی شہادت کا واقعہ یہ ضرور غیر معتبر ہے۔ بہت تحقیق کے بعد بھی کسی بھی معتبر کتاب میں مجھے نہ ملا،، بلکہ اس کے برعکس جو ملا ہم نے اسے ذکر کر دیا یعنی حضرت عبد اللہ اور حضرت عبد الرحمان ان دونوں بیٹوں کا نام تھا، اور ان دونوں حضرات کی شہادت واقعہ کربلا سے پہلے نہیں ہوئی بلکہ امام عالی مقام کے ساتھ ہوئی یوم عاشوراء والے دن۔ واللہ اعلم بالصواب

(کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ہزاروں یزیدیوں کو قتل کیا تھا)

کربلا کی بہت سی غیر تحقیقی کہانیوں میں سے ایک اور مبالغہ آمیز کہانی یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے دشمن فوج کے ھزاروں بلکہ لاکھوں افراد کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور یہی دعوی ان کے بعض رفقاء کے متعلق بھی کیا گیا ہے کہ ان میں سے بعض نے سینکڑوں دشمن قتل کئے اور کشتوں کے پشتے لگا دئے۔ واعظین اس کو خوب زور شور سے بیان کرتے ہیں، ایک مشہور و معروف صاحب نے تو اس تعلق سے بڑا طویل وعظ کیا ہوا ہے، اور تلوار چمکنے وغیرہ نہ جانے کیا کیا انہوں نے ذکر کیا ہے بہر حال امام حسین کے متعلق تو بعض روایتوں میں یہ تعداد دو ہزار اور بعض شیعی روایات میں تین لاکھ تک بھی آئی ہے۔ ان روایات کے مبالغے کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر ہر آدمی کے ساتھ مقابلہ کرنے اور اسے پچھاڑ کر قتل کرنے کے لئے اگر ایک منٹ بھی درکار ہو تو دو ہزار افراد کو قتل کرنے کے لئے دو ہزار منٹ تو چاھئے ہوں گے، یہ تقریبا تینتیس گھنٹے بنتے ہیں۔ جبکہ ابومخنف کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سانحہ کربلا محض ایک آدھ پہر میں ہو کر ختم ہو گیا تھا۔ اب اس مبالغہ کی کیا حیثیت رہی یہ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں واعظین کتنا جھوٹ ملاتے ہیں۔ خود شیعہ محققین میں سے شہر بن آشوب نے یزیدی مقتولین کی کل تعداد چارسو چھتیس بتائی ہے۔

(المناقب، لابن شھر آشوب، ص99 ج4)

امام عالی مقام کے اصحاب میں سے کس نے کتنے افراد کو قتل کیا اس کی انہوں نے تفصیل ذکر کی ہے تب جا کر کہیں 436 بتائی ہے اتنی تعداد میں کے یزید لشکر 20000،1400035000 سب سے بڑی تعداد شیعوں نے 300000 بتائی ہے،، اور ان میں سے 436 کا قتل ہونا بتایا ہے،

لیکن یہ سب روایات غیر معتبر ہیں شیعوں کی بنائی ہوئی ہیں۔تاریخ طبری میں ہے و قتل من اصحاب عمر بن سعد ثمانیته و ثمانون رجولا، عمرابن سعد کے اصحاب میں سے 88 لوگ مارے گئے۔تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 456اور بدایہ والنہایہ میں ہے و قتل من اصحاب عمر بن سعد ثمانیته و ثمانون نفسا، عمرابن سعد کے اصحاب میں سے 88لوگ مارے گئے۔(البدایته والنهایته جلد8 صفحه 189)

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول قاسمی لکھتے ہیں کربلا میں یزیدی فوج کے 88 افراد مارے گئے۔(سانحہ کربلا صفحہ 9)

اس تفصیل سے پتہ چلا یہ جو کہا جاتا ہے کی سینکڑوں یا ہزاروں یزیدی مارے گئے یا پھر یہ کہ امام عالی مقام نے خود سینکڑوں اور ہزاروں کو قتل کیا یہ سب جھوٹ ہے منگھڑت ہے،ہزاروں قتل بتا کر محض جھوٹی شان بیان کرنا ہے،اور ہمیں امام عالی مقام کی شان بیان کرنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ہزاروں کے لشکر میں تنہا آپ لڑے اور شہید ہو گئے،بہر حال صحیح یہ ہے یزیدی فوج میں سے مرنے والوں کی تعداد 88 تھی یہ جو کہا جاتا ہے امام عالی مقام نے تنہا 2000 ہزار یزیدیوں کو قتل کیا یہ محض جھوٹ ہے جب مرنے والوں کی تعداد 88 ہے تو 2000 ہزار کیسے قتل ہو سکتے ہیں،اس طرح کے جھوٹے مبالغہ سے بچنا ضروری ہے اور واقعہ کربلا صرف صحیح روایات سے بیان کیا جانا چاہے۔

(حضرت فاطمہ صغری کاایک افسانہ)

واقعہ کربلا میں سے ایک واقعہ فاطمہ صغریٰ کا بیان کیا جاتا،،جوکہ بے اصل منگھڑت ہے ،واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔امام عالی مقام جب مدینہ سے روانہ ہوئے تو اپنی بیٹی فاطمہ صغریٰ کو اکیلا چھوڑ دیا مکہ مکرمہ پھر وہاں سے کربلا تشریف لے گئے۔ادھر فاطمہ صغریٰ تنہا اور بیمار تھی اپنے بابا کے انتظار میں روتی رہتی پھر لکھنے والوں نے اسے بہت دردناک بنا کر لکھ ڈالا جس کا مقصد رلانا دھلانا تھا۔پورا واقعہ خاک کربلا میں دیکھا جا سکتا ہے میں اس کو یہاں ذکر نہیں کرتا،یہ واقعہ محض بے اصل اور جھوٹ ہے۔کیوں کہ حضرت فاطمہ صغریٰ میدان کربلا میں موجود تھی اور شیعہ سنی کی کتب میں یہ مذکور ہے،اول تو امام عالی مقام کی اولاد کی تعداد 6 بتائی گئی ہے شیعہ سنی دونوں کے یہاں چار لڑکے اور دو لڑکیاں۔منتخب التاریخ میں ہے امام عالی مقام کی چھ اولاد تھی چار لڑکے اور دو لڑکیاں،علی بن حسین اکبر،علی بن حسین اصغر یہ دونوں کربلا میں شہید ہوئے تھے۔جعفر بن حسین اور عبد الرحمن بن حسین اور ایک صاحب زادی فاطمہ خاتون دوسری سکینہ تھی۔(منتخب التاریخ صفحہ 242)

اس پر شیعہ سنی کا اتفاق ہے کہ امام عالی مقام کے 4 لڑکے اور دو لڑکیاں تھی۔اس لیے میں اولاد کی تعداد چھ ہی تھی پر مزید کلام نہ کرکے اصل واقعہ کی طرف آتا ہوں۔آپ کی صاحب زادیوں میں بڑی کا نام فاطمہ چھوٹی کا نام سکینہ تھا،اور یہ دونوں واقعہ کربلا میں موجود تھی۔اگر حضرت فاطمہ کو کبری کہا جائے تو سکینہ صغریٰ ہوں گی۔تیسری اور کوئی صاحبزادی نہیں تھی۔اور اگر حضرت فاطمہ کو ہی صغریٰ کہا جائے تو یہ تو خود کربلا میں موجود تھی،دونوں صاحبزادیاں کربلا میں موجود تھی یہ اتنا عام ہے اس بات کو ہر کوئی جانتا ہے،اس لیے کربلا میں ان کے موجود ہونے پر میں دلائل ذکر نہیں کر رہا

ہوں۔جب یہ کربلا میں موجود تھی تو پتہ چلا کہ جو واقعہ ان کے تعلق سے ہے وہ مدینہ میں تھی بیمار تھی انکی چیخ پکار بیمار ہونے کا اور بھی خط وخطوط کا جو بھی واقعہ ہے وہ سب من گھڑت اور جھوٹ ہے، حقیقت کا اس سے کوئی تعلق ہے نہیں ہے، اور نہ ہی یہ واقعہ معتبر کتب میں مذکور ہے اور نہ تو یہ واقعہ عربی کتب میں موجود ہے، اس اس واقعہ کا جھوٹا ہونا محض اس سے بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ یعنی علی اصغر جو کی بہت چھوٹے تھے چھوٹے ہونے کے باوجود وہ کربلا میں موجود تھے اور شہید ہوئے۔اور حضرت نیز حضرت زین العابدین بیمار ہونے کے بعد بھی کربلا میں موجود تھے، اور بھی دیگر کمسن کربلا میں موجود تھے، تو پھر صرف جن کے متعلق یعنی فاطمہ صغری ہی کیوں مدینہ میں رہی ان کو کیوں چھوڑا، اس کا سیدھا مطلب یہی ہے کہ اس واقعہ کو رلانے دھلانے کے کیے بنایا گیا ہے اور دردناک بنایا گیا ہے، اگر اس طرح کا کوئی وقعہ ہوتا تو عربی ومعتبر کتب میں ضرور موجود ہوتا۔خلاصہ کلام یہ ہے، آپ کی صرف دو بیٹیاں تھی اور وہ دونوں کربلا میں موجود تھی، تیسری بیٹی آپ کی تیسری بیٹی نہیں تھی، یا اگر تیسری تھی بھی تو ان کا نام زینب بتایا گیا۔اس واقعہ کی کوئی اصل نہیں محض منگھڑت ہے جس کا مقصد لوگوں کو چیخ پکار کروانا ہے۔

(حضرت سکینہ کے متعلق ایک جھوٹا واقعہ)

بعض بازاری چلتی پھرتی غیر معتبر کتابوں میں ایک واقعہ لکھا ہوا ہے، جسے بعض مقررین حضرات بھی وہ واقعہ بڑے جوش کے ساتھ بیان بیان کرتے ہیں کہ کربلا میں عاشورا کی رات جب تمام اہل بیت قرآن عظیم کی تلاوت میں مشغول ومصروف تھے تو حضرت سکینہ رضی اللہ تعالی عنہا نے قرآن جب پڑھتے ہوئے دیکھا تو حضور امام پاک رضی اللہ تعالی عنہ سے عرض کیا مجھے بھی قرآن پاک پڑھائیے امام پاک نے فرمایا بیٹی پانی نہیں ہے لہٰذا تیمم کرلو بعد تیمم تعوذ وتسمیہ پڑھاتے ہیں پھر زاروقطار رونے لگے حضرت سکینہ نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا بیٹی قرآن شروع کرادیا ہوں لیکن ختم نہیں کراسکوں گا۔جب کہ یہ روایت موضوع و بے اصل ہے اس سے اہل بیت اطہار پر یہ الزام آتا ہے کہ وہ حضرات قرآن کریم سے اتنے غافل تھے کہ سات سال کی حضرت سکینہ تھیں اور ابھی قرآن عظیم شروع پڑھنا نہیں جانتی تھیں معاذ اللہ۔جیسا کہ صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اُس وقت آپ کی عمر سات سال کی تھی۔(سوانح کربلا ص ۸۷)

ہمارا ایمان تو یہ کہتا ہے کہ اس وقت حضرت سکینہ قرآن شریف اچھی طرح پڑھ لیتی تھیں جبکہ انکی مادری زبان عربی تھی اور حضرت شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت سکینہ رضی اللہ تعالی عنہا اس وقت نابالغہ تھیں ان پر وضو واجب نہیں تھا کہ پانی نہیں ملا تو تیمم کرا یا اور پھر قرآن کریم چھونے کے لئے وضو واجب ہے پڑھنے کے لئے نہیں اس جعلی روایت کے بمو جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے اعوذ باللہ بسم اللہ پڑھایا تو اس کے لئے وضو کی کیا ضرورت تھی اور پانی نہیں تھا تو تیمم کیوں کرایا لہٰذا یہ جعلی اور جھوٹ ہے۔(فتاوی شارح بخاری ج ۲ ص ۷۳)

نیز امام عالی مقام کی طرف یہ کتنی بے صبری وگھٹیا بات منسوب ہے کہ آپ روتے ہیں اور کہتے ہیں بیٹی شروع تو کروادیا ہے ختم نہیں کروا پاؤں گا جب کے امام عالی مقام تو صبر واستقلال کے پہاڑ ہیں، وہ ایسے وقت میں صبر کی تلقین کریں گے نہ کے روکر بے صبری کا مظاہرہ کریں گے معاذ اللہ مقررین یہ بیان کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم فضیلت بیان کررہے ہیں جبکہ امام پاک پر بہتان ہے کہ آپ مسائل شرعیہ سے واقف نہ تھے کہ زبانی پڑھنے کے لئے وضو کی ضرورت نہیں نیز یہ کہ نابالغہ پر وضولازم نہیں دوم یہ کہ اہل بیت پر بہتان کہ وہ قرآن سے کتنے لاپرواہ تھے کہ قرآن انکے گھر نازل ہوا مادری زبان عربی ہونے کے باوجود قرآن پڑھنا نا سیکھ سکیں اور نہ اہل بیت سکھا سکے معاذ اللہ۔

واضح رہے ہر چند کے شارح بخاری اور نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ نے یہ فرمایا وہ نابالغہ تھی۔مگر محقق اہلسنت حضرت علامہ محمد علی نقشبندی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میزان الکتب میں شیعہ سنی کی کتب سے یہ ثابت کی کیا ہے حضرت سکینہ نابالغ نہیں نہیں تھی بلکہ آپ بالغہ تھی، اور آپ کی شادی بھی ہو چکی تھی ان کے خاوند عبد اللہ بن حسن ہیں، اور یہ بھی کربلا میں موجود تھے۔اور اس کی تائید میں شیعہ سنی دنوں کی کتب کے حوالے نقل کئے ہیں، اور حضرت سکینہ کی طرف جو واقعات منوسب ہیں ان کو تحقیق کے ساتھ موضوع و من گھڑت قرار دیا ہے۔لیکن دونوں اعتبار سے یہ واقعہ موضوع ہے اور بالغ اور نہ بالغ کے اعتبار سے جو بھی خرابی آتی ہیں اس کو ہمارے علماء نے بیان کردیا،بعض کتب سے بالغ ہونا ثابت ہوتا ہے تب تو اور زیادہ خرابی لازمی آتی ہے کہ حضرت سکینہ بالغہ بلکہ شادی شدہ تھی اس عمر تک قرآن پڑھنا نہیں آیا، اور ایسی توقع اہلبیت سے ہم ہرگز نہیں کر سکتے ،یہ واقعہ جھوٹ و بہتان عظیم ہے، اسی طرح بعض بازاری کتب میں یہ بھی لکھا ہوا ہے حضرت سکینہ

کو امام عالی مقام گود میں اٹھاتے ہیں، یہ بھی سراسر جھوٹ ہے ایک شادی شدہ بالغہ کو گود میں اٹھانا کتنا غیر اخلاقی کام ہے اور پھر اس کی نسبت کو امام عالی مقام کی طرف کرنا نہایت ہی بڑا جرم ہے، خلاصہ کلام یہ ہے یہ روایت موضوع ومن گھڑت ہے اس کو بیان کرنا جائز نہیں ۔

❁❁❁❁❁

(کیا کربلا میں صرف 72افراد شہید ہوئے تھے)

امام عالی مقام جب کربلا کی طرف رخ کرتے ہیں تو آپ کے ساتھیوں کی تعداد مختلف بتائی جاتی ہے جس میں شیعہ سنی دونوں ہیں لیکن سب سے زیادہ تعداد 1000 تک ذکر کی گئ ہے،، بہر حال ہم صرف اس کو ذکر کریں گے کیا میدان کربلا میں صرف 72افراد ہی شہید ہوئے تھے، تو عام طور سے یہی بیان ہوتا ہے اور عام کتب میں بھی یہی 72 کی تعداد لکھی ہوتی ہے، لیکن مقام تحقیق میں ان کی تعداد مختلف اقوال کے ساتھ سیکڑوں میں پہنچ جاتی ہیں، اور میں صرف اس تعداد کو ذکر کروں گا جو عاشوراء کے روز تھی۔سبط بن جوزی نے انکی یہ تعداد 145 بتائی ہے وہ لکھتے ہیں۔ وکان فی خمسته و أربعین فارسا و مأته راجل۔ کہ انکی تعداد 45 گھڑسوار اور 100 پیادے تھے۔(تذکرته الخواص جلد1 صفحه222)

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں وانھم لقریب ماءتہ رجلا ورانکی تعداد 100 کے قریب تھی۔(تاریخ الاسلام جلد5 صفحه 15)

بحارالانوار میں کئی روایت ہے مثلاً صبح فجر میں 32 گھڑسوار اور 40 پیادے۔ 114 کی بھی ہے لیکن میں خاص شہداء کی ذکر کرتا ہوں لکھتے ہیں و روی ان رؤوس أصحاب الحسین اھل بیته کانت ثمانیته و سبعین راسا. کہ روایات کی گئی ہے امام عالی مقام کے ساتھیوں جن میں اہلبیت بھی شامل ہیں ان کے سر 78 تھے۔(بحار الانوار جلد45 صفحه44)

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ اس تعداد کے بارے میں لکھتے ہیں آپ نے کثیر تعداد سے جنگ کی اور آپ کے ساتھ اپنے اہل اور بھائیوں میں سے اسی 80 سے تھوڑا زیادہ نفوس تھے۔(الصواعق

المحرقہ صفحہ 511)

سوانحہ کربلا صفحہ 85 پر ان کی تعداد 82 لکھی ہے۔خلاصہ کلام یہ ہے اس تعداد کے بارے میں مختلف اقوال ہیں مزید یہ تعداد 91 بھی بیان کی گئی ہے 139 بھی بیان کی گئی ہے 300 بھی بیان کی گئی ہے،لیکن عام طور پر اور عام کتابوں میں ان کی تعداد 72 ہی لکھی ہوتی ہے۔

۞۞۞۞۞

(کیا کربلا میں حسینی برہمن تھیں)

جہاں واقعہ کربلا میں کئی منگھڑت واقعات موجود ہیں انہی میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے،، کہ کربلا میں یزیدی فوج سے لڑنے برہمن حسین بھی گئے تھے واقعہ کچھ اس طرح بیان کیا جاتا ہے ۔ایک دت حسینی برہمن راہب دت نے اپنے سات بیٹوں کو کربلا میں قربان کردیااورشہادت حسین کے بعدمختارثقفی کے ساتھ یزیدیوں کے قلع قمع میں حصہ لیا۔رہاب سنگھ دت ہندوستان کے شمالی خطے، (پنجاب ہریانہ) کے جاٹ برہمن تھے اورعرب میں تجارت کی غرض سے مقیم تھے۔ان جاٹ برہمنوں کوموہیال کہا جاتا ہے ۔یہ لوگ کافی پڑھے لکھے ہوتے تھے اوراور ہندوستان میں راجاؤں کے مشیر یاراج گرو کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے تھے ۔جاٹ برہمن اسلام سے قبل بھی اورحضور کے وقت بھی اچھی تعداد میں عرب میں موجود تھے۔وہ اپنی بہادری اورعلم کی وجہ سے عرب میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے ۔راہب دت لاولد تھے ایک دن وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اوران سے درخواست کی کہ ان کے لئے اللہ سے دعاء فرمادیں کہ انہیں ایک بیٹا عطا ہوجائے ۔حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے راہب دت سے فرمایا کہ اس کی قسمت میں اللہ نے بیٹا نہیں لکھا ہے۔اس پر وہ دل شکستہ ہوکررونے لگااوربہوش ہوگیا۔حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس پر رحم آگیااورانہوں نے رہاب دت کوتسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ تمہیں ایک بیٹا ہوگا۔اس پر وہاں موجود ایک بزرگ نے اعتراض کرتے ہوئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ مشیت ایزدی میں دخل دے رہے ہیں۔ان کے اعتراض پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے راہب سے کہا کہ تمہیں ایک اوربیٹا ہوگا۔اس بزرگ نے پھراعتراض کیا کہ آپ اللہ کی مرضی

میں دخل دے رہے ہیں ۔اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پھر رہاب دت سے فرمایا کہ تمہیں ایک اور بیٹا ہوگا۔اس طرح بزرگ اعتراض کرتے رہے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہر بار رہاب کو ایک اور بیٹے کی بشارت فرماتے رہے اور اس طرح انہوں نے رہاب دت کو سات بیٹوں کی بشارت دی ۔رہاب کو ایک کے بعد ایک سات بیٹے ہوئے اور وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے گرویدہ اور عقیدت مند ہو گئے ۔معرکہ کربلا کے وقت راہب کے ساتوں بیٹے جوان تھے ۔ جب راہب کو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کوفے کے لئے مع اہل وعیال روانہ ہو چکے ہیں تو وہ بھی اپنے ساتوں بیٹوں اور اپنے چند ہم نواؤں کے ساتھ کوفے کے لئے روانہ ہو گئے ۔روایتوں کے مطابق جب وہ کربلا پہنچے تو اس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کئے جا چکے تھے ۔ایک دوسری روایت کے مطابق راہب کے ساتوں بیٹے کربلا میں شہید ہوئے ۔حسینی برہمنوں کی روایتوں کے مطابق شہادت کے بعد راہب دت حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ملا اور ان سے اپنی داستان بیان کی اور اپنے بیٹوں کی شہادت کے بارے میں انہیں بتایا۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس بات کو سن کر آبدیدہ ہو گئیں اور راہب دت سے فرمایا کہ آج سے تم حسینی برہمن کہلاؤ گے ۔راہب دت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے دل شکستہ ہو چکا تھا۔اس نے حضرت امام حسین کی محبت میں اپنے ساتوں بیٹے ان پر قربان کر دیئے تھے جو انہی کی دعاؤں کے طفیل میں اسے ملے تھے ۔ شہادت امام حسین کے بعد اس نے مختار ثقفی کے ساتھ اپنے دیگر حسینی برہمنوں کے ساتھ یزیدیوں کے خلاف مہم میں حصہ لیا اور انہیں کیفر کردار تک پہنچایا۔اس کے بعد راہب دت ہندوستان واپس ہو گیا مگر سینکڑوں حسینی برہمن ایک دوسرے سردار بھوریہ دت کے ساتھ عراق میں ہی رہ گئے اور وہیں بس گئے ۔عراق میں اس وقت تقریباً چودہ سو حسینی برہمن تھے راہب دت کو حضرت امام حسین

رضی اللہ عنہ نے سلطان کا خطاب عطا کیا تھا۔ایک خطیب نے جس کا بیان یو ٹیوب پر موجود ہے ان صاحب نے ان کی تعداد دس ہزار بتائی ہے اور کہا ہے یہ سب مر گئے تھے تو ان کی گردنوں کو امام عالی مقام نے جوڑا تھا،،اور وہ زندہ ہو گئے اج بھی ان کی گردوں پر نشان ہے۔قارئین کرام یہ سب محض ایک جھوٹ ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں اور خطیب صاحب کو بھی اس سے کیا مطلب کہ کیا سچ بتانا ہے اور کیا جھوٹ خطیب کو اپنا وقت پورا کرنا ہے اور پیسہ لیکر چلے جانا ہے،اور عوام بھی کم تھوڑی ہے عوام بھی ایسے ہی لوگوں کو سننا پسند کرتی ہے،جو جھوٹ ہو اور حقیقت سے دور ہو انہی باتوں کو سننا پسند کرتی ہے۔خیر اول تو یہ واقعہ اسلام کی کسی بھی معتبر کتاب میں نہیں لکھا ہوا،،دوم نہ تو اس کو بیان کرنے والے کا پتہ کون ہے کہاں کا ہے،سوم اگر یہ مانا جائے اس راہب دت نے ہی اس کو بیان کیا ہے،تو وہ کافر ہے جو کہ لا اعتبار ہے،اور اس میں کہا گیا ہے امام عالی مقام نے اس راہب دت سے کہا تیری قسمت میں اولاد نہیں ہے پھر اس کے بعد اولاد ہونے کی بشارت سنائی تو اس پر ایک بزرگ نے کہا آپ اللہ کی مشیت کے خلاف بول رہے ہیں،اس طرح اس نے 7 بار کہا اور ہر مرتبہ آپ نے اس کو اولاد کی بشارت دی،جب کہ اللہ نے جو تقدیر حقیقی میں لکھ دیا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے،اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا اگر انبیاء بھی اس بارے میں کچھ کہتے ہیں تو ان کی بھی اس بارے میں نہیں سنی جاتی اور ان کو منع کر دیا جاتا ہے،یہ تقدیر حقیقی سے آپ اس بارے میں دعا نہ کرے۔اور پھر اس بزرگ نے کہا اپ اللہ کی مشیت کے خلاف کر رہے ہیں،اس پر امام حسین رضی اللہ عنہ اس کو بشارت دیتے ہیں،یہ بھی امام عالی مقام پر بہتان ہے آپ کی ذات سے ایسی امید نہیں کی جا سکتی آپ کے سامنے کہا جائے اللہ کی مشیت کی خلاف ہے،تو آپ اس بات کی پروہ نہ کرے اور جری ہو کر اس کو بار بار بیٹا ہونے کی بسارت دیں۔اور یہ بھی جھوٹ ہے کہ ان کی گردنوں کو امام عالی مقام نے

جوڑ دیا تھا۔امام عالی مقام کے سامنے آپ کے ساتھی شہید ہوئے ان کی گردنے کاٹی گئی لیکن امام عالی مقام نے کسی کی گردن جوڑ کر زندہ نہیں کیا،،تو کیا یہ برہمن کافرمشرک جو کی پلید ہے ان کی گردنوں کو جوڑ کرآپ زندہ فرمائیں گے کہ وہ کفرشرک کرتے رہے معاذ اللہ۔

خلاصہ کلام یہ ہے برہمن حسینیوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے وہ محض ایک کافر ہے ان کااسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اوراسلام کی کسی بھی معتبر کتاب میں اس کاذ کرنہیں ملتا ہے ہاں ویکیپیڈ یا پر ان برہمن حسینی نام سے کچھ ذکر ہے۔لیکن وہاں بھی اسلامی کتب کے حوالہ سے کوئی ذکرنہیں۔

۞۞۞۞۞

(عاشوراء کے دن کی فضیلت کی تحقیق)

عاشوراء کے دن کی فضیلت کے بارے میں جو صحیح روایات وارد ہیں ہم ان پر کلام تو نہیں کریں گے ظاہر سی بات ہے ان پر کلام کرنا بنتا بھی نہیں ہے ہم ان روایات کو ذکر کریں گے جن روایات پر ہمارے محدثین نے کلام کیا ہے اور وہ موضوع من گھڑت ہے کیونکہ بہت ساری روایات شیعوں کے رد میں گھڑی گئی ہیں اور بہت سی شیعوں نے گھڑی ہے ایک روایت یہ بیان ہوتی ہے حضرت آدم کی توبہ اسی دن قبول ہوئی حضرت آدم کی ملاقات حضرت حوا سے اسی دن ہوئی حضرت یونس مچھلی کے پیٹ سے اسی دن باہر آئے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اسی دن ٹھہری حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے فدیہ اسی دن آیا اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن جنت میں داخل ہوئے عاشوراء کے ہی دن عرش کرسی آسمان زمین سورج چاند ستارے اور جنت کو پیدا کیا گیا عاشوراء کے دن ہی حضرت عیسی علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے عاشوراء کے دن ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی لوٹائی گئی عاشوراء کے دن ہی حضرت یوسف علیہ السلام کو گہرے کوئیں سے نکالا گیا عاشوراء کے دن ہی آسمان سے سب سے پہلی بارش ہوئی ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے اسی دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی ہے اس روایت کے بارے میں ہمارے محدثین نے وضع کا حکم لگایا ہے اسے موضوع من گھڑت قرار دیا ہے اس پر میں تفصیلی کلام کروں گا۔ پر اس سے پہلے یہ جان لے فرعون کا دریا میں غرق ہونا اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کا جودی پہاڑ پر ٹھہرنا یہ صحیح روایات سے ثابت ہے اس لیے یہ تاثر نہ لیا جائے کہ ہم اس کے بھی منکر ہیں عاشوراء کے فضائل میں جو یہ روایت بیان ہوتی ہے یہ دو روایات ہیں ایک تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی

طرف منسوب ہے اور ایک حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے یہ دونوں روایت موضوع ومن گھڑت ہے اس روایت کو وضع کر کے دونوں صحابی کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے اس کی سند میں جھوٹے کذاب راوی ہیں اس نے حدیث کو گھڑا اور صحابی کی طرف منسوب کر دیا اس روایت کو محدثین نے موضوعات میں لکھا ہے امام ابن الجوزی اپنی کتاب الموضوعات میں فرماتے ہیں قد تمذهب قوم من الجهال بمذهب اهل السنته فقصدو غيظ الرافضيته فوضعو احاديث فى فصل عاسوراء و نحن برا من الفرقين وقد صح ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر بصوم عاشوراء ایک جاہل قوم نے اہلسنت کا مذہب اختیار کیا رافضیوں کو غیظ دلانے کے لیے عاشوراء کے دن کی فضیلت میں احادیث کو گڑھا اور ہم دونوں سے بری ہیں عاشوراء کے باب میں صحیح روایت روزے کے بارے میں وارد ہے امام ابن جوزی الموضوعات میں مزید فرماتے ہیں فمن الاحاديث التى وضعوا جن احادیث کو وضع کیا گیا وہ یہ ہے فانه اليوم الذى تابالله فيه على ادم و هو اليوم الذى رفع الله فيه ادريس مكانا عاليا و هو اليوم الذى نجى فيه ابراهيم من النار و هو اليوم الذى اخرج فيه نوحا من السفينته و هو اليوم الذى انزل الله فيه التوراته على موسى و فيه فدالله اسماعيل من الذبح و هو اليوم الذى اخرج الله يوسف من السجن و هو اليوم الذى ردالله على يعقوب بصره و هو اليوم الذيكشف الله فيه عن ايوب البلاء و هو اليوم الذى اخرج الله فيه يونس من بطن الحوت و هو اليوم الذى فلق الله فيه البحر لبنى اسرائيل و هو اليوم الذى غفر الله لمحمد ذنبه ما تقدم وما تأخر اسى

دن آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام کو مکان عالیشان عطا کیا اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے نکالا اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ٹھہری اسی دن حضرت موسی علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی اسی دن حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے فدیہ آیا اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کو قید سے نکالا گیا اسی دن حضرت یعقوب علیہ السلام کو بنائی عطا کی گئی اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کو بلاؤں سے نجات ملی اسی دن حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے باہر نکالا گیا اسی دن اللہ نے بنی اسرائیل کے لیے سمندر میں راستہ نکالا اسی دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے بظاہر خلاف اولی کاموں کو معاف کیا امام ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے اگلے صفحہ پر ایک اور روایت یہی یوم عاشوراء کی نقل کی ہے جس میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے و ولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم عاشوراء یعنی نبی کریم کی ولادت بھی عاشوراء کے روز ہوئی ہے امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ یہ روایات نقل کرنے کے بعد ان روایات کے بارے میں فرماتے ہیں ھذا حدیث موضوع بلا شك قال احمد بن حنبل کان حبیب بن ابی حبیب یکذب۔ وقال ابن عدی کان یضع الحدیثوقال ابو حاتم ابو حبان۔ ھذا حدیث باطل لا اصل له۔قال و کان حبیب من اهل مرو یضع الحدیث علی الثقاته لا یحل کتب حدیثالا علی سبیل القدح فیھذا حدیث لا یشك فی وضعه ولقد ابدع من وضعه و کشف القناع ولم یستحی واتی فیه المستحیل وهو قوله و اول یوم خلق الله یوم عاشراء و ھذا تغفیل من اوضعه لانه انما یسمی یوم عاشوراء اذ سبقه تسعته وقال فیه خلق السموات ولارض و الجبال یوم عاشوراء یہ حدیث من گھڑت ہے اس کے من

گھڑت ہونے میں شبہ نہیں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حبیب بن حبیب اس سند میں جھوٹا راوی ہے۔اور اس راوی کے بارے میں ابن عدی فرماتے ہیں یہ شخص جھوٹی حدیث گھڑتا تھا اور اس کے بارے میں ابو حاتم اور ابن حبان فرماتے ہیں یہ روایت یعنی عاشوراء کی باطل جھوٹی ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور فرماتے ہیں حبیب نام کا راوی ان لوگوں میں سے ہے جو حدیث گھڑتے تھے اور ان کو ثقہ راویوں کی طرف منسوب کرتے تھے اور ان سے حدیث لینا جائز نہیں ہے اس روایت کے من گھڑت ہونے میں کسی عقلمند کو شک نہیں ہوسکتا اور جس نے اس روایت کو گھڑا ہے اس نے ایک بدعت کی بنیاد رکھ دی ہے اور اس میں وہ ایک ناممکن قول لے آیا ہے کہ سب سے پہلے جو دن اللہ نے بنایا وہ عاشوراء کا دن ہے اور یہ وضع کرنے والے کی بہت بڑی غفلت ہے اس لئے کہ اس نے دن کا نام عاشوراء رکھ دیا جبکہ اس سے پہلے نو دن چھوٹ گئے اور گھڑنے والے نے کہا اللہ نے زمین اور آسمان کو عاشوراء کے دن پیدا فرمایا ہے۔

(الموضوعات جلد 2 صفحہ نمبر 202)

قارئین کرام! جس روایت کو ہمارے یہاں خوب دھڑلے سے بیان کیا جاتا ہے اس کے بارے میں ہمارے محدثین کیا فرما رہے ہیں کہ اس کے جھوٹے ہونے میں کسی عقلمند کو شک نہیں ہو سکتا زمین آسمان کب پیدا ہوئے اور مزید تبصرہ اس پر میں آگے کروں گا اس سے پہلے علم حدیث کے دو امام امام ذہبی اور امام ابن حجر کا بھی قول نقل کرتا ہوں چونکہ ان حضرات کو شاید ہی کوئی نہیں جانتا ہو علم حدیث کی بات ہو اور ان کا ذکر نہ آئے یہ کیسے ہوسکتا ہے ان حضرات کا قول اس لیے ذکر کر رہا ہوں جن حضرات کو اس کے موضوع ہونے میں اب بھی شک ہو وہ شک بھی دور ہو جائے ورنہ انصاف پسندوں کے لیے اتنا کافی تھا جتنا ہم اس روایت پر لکھ چکے ہیں ان حضرات کا قول ذکر

کرنے کے بعد اس روایت پر مزید تبصرہ کروں گا حبیب ابن حبیب الخرطی جو کی عاشوراء کی روایت کا راوی ہے اس کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں حبیب بن ابی حبیب الخرططی کان یضع الحدیث قال ابن حبان وغیرہ حبیب بن ابی حبیب الخرططی وہ حدیثوں کو گھڑتا تھا ابن حبان اور دیگر محدثین نے بھی یہی فرمایا ہے کہ وہ حدیثوں کو گھڑتا تھا امام ذہبی مزید فرماتے ہیں و ذکر حدیثا طویلا موضوعا و فیہ ان اللہ خلق العرش یوم عاشوراء والکرسی یوم عاشوراء والقلم یوم عاشوراء و خلق الجنتہ یوم عاشوراء واسکن ادم الجنتہیوم عاشوراء الی ان قال و ولدالنبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم عاشوراء واستوی اللہ علی العرش یوم عاشوراء و یوم القیامۃ یوم عاشوراء اور اس نے حبیب بن ابی حبیب نے موضوع من گھڑت طویل روایت بیان کی ہے اور اس روایت میں یہ بیان کیا ہے اللہ نے عرش کرسی جنت قلم جنت کو عاشوراء کے دن پیدا کیا عاشوراء کے دن حضرت آدم کو جنت میں رہائش دی آگے چل کر اس میں یہ الفاظ بھی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش عاشوراء کے دن ہوئی اللہ نے استوی عرش پر عاشوراء کے دن کیا تھا قیامت بھی اسی دن ایگی۔ (میزان الاعتدال جلد 2 صفحہ نمبر 160 مترجم)

قارئین حضرات دیکھا آپ نے جو روایت ہمارے یہاں خوب دھڑلے سے بیان ہوتی ہے اس کو امام ذھبی نے بھی موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے اور اس کے راوی کو بھی حدیث گھڑنے والا قرار دیا ہے اب امام ابن حجر کے بارے میں جانتے ہیں کہ اس روایت اور اس کے راوی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں امام ابن حجر تہذیب التہذیب 1292 حبیب بن ابی حبیب کے بارے میں فرماتے ہیں قال ابن حبان کان یضع الحدیث علی الثقات لا یحل

کتب حدیثه الا علی سبیل القدح فیه وقال الحاکم روی احادیث موضوعة"

ابن حبان فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ راویوں کی طرف حدیث گھڑتا تھا اس سے حدیث لینا جائز نہیں سوائے اس کے کہ اس پر تنقید کی جائے اور امام حاکم نے فرمایا کہ اس نے من گھڑت احادیث بیان کی ہیں علامہ ابن حجر اپنی کتاب لسان المیزان میں فرماتے ہیں وذکر حدیثا طویلا موضوعا و فیہ ان اللہ خلق العرش یوم عاشوراء والکرسی یوم عاشوراء والقلم یوم عاشوراء الستوی اللہ علی العرش یوم عاشوراء و خلق الجنته یوم عاشوراء والسکن ادم الجنته یوم عاشوراء الی ان قال و ولد النبی صلی اللہ علیه وسلم یوم عاشوراء و یوم القیامته یوم عاشوراء اورحبیب بن ابی حبیب نے طویل موضوع من گھڑت روایت بیان کی ہے جس میں یہ کہا اس نے عرش و کرسی وقلم جنت عاشوراء کے دن اللہ نے پیدا کیے اللہ نے استوی عرش پر عاشوراء کے دن کیا حضرت آدم کو جنت میں رہائش اسی دن دی آگے چل کر اس میں یہ الفاظ بھی ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش عاشوراء کے دن ہوئی اور قیامت بھی عاشوراء کے دن آئیں گی۔

(لسان المیزان جلد 2 صفحہ نمبر 546)

علامہ ابن حجر مزید فرماتے ھیں وقال الحاکم روی عن ابی حمزته و ابراهیم الصائغ احادیث موضوعتهوقال نحوہ النقاش وقال ابن عدی کان یضع الحدیث وقال احمد بن حنبل حبیب بن ابی حبیب کذاب کذا ذکرہ ابن الجوزی عنه عقب الحدیث المذکور فی الموضوعات اور امام حاکم نے

فرمایا ابوحمزہ اور ابراہیم صائغ سے موضوع من گھڑت روایت کی گئی ہیں اور اسی طرح نقاش نے بھی کہا ہے اور ابن عدی نے فرمایا حبیب بن ابی حبیب حدیث گھڑتا تھا اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا حبیب بن ابی حبیب بہت بڑا جھوٹا تھا اور اسی طرح ابن جوزی نے فرمایا ہے اور اس کی روایت کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے حافظ ابن حجر کی کتاب تقریب التہذیب جس میں آپ کی ذاتی آراء ہیں جو کہ تقریب التہذیب کی تخلیص ہے اس میں اپ حبیب بن ابی حبیب جس نے عاشوراء کے روایت بیان کی ہے اس کے بارے میں فرماتے ہیں حبیب بن ابی حبیب نوے طبقے کا راوی ہے ابن حبان نے فرمایا ہے وہ راوی جھوٹا ہے۔ (تقریب التہذیب جلد 1 صفحہ نمبر 160)

میں سمجھتا ہوں عاشوراء کی روایت کہ موضوع من گھڑت ہونے کے بارے میں اتنا کافی ہے جن محدثین نے اس روایت کو موضوع کہا ہے اور اس کے راوی پر جرح کی ہے اور اس کو جھوٹا کہا ہے وہ سب کے سب جلیل القدر محدثین ہے بڑے بڑے ان کے آگے اپنا سرخم فرما لیتے ہیں عاشوراء کی روایت میں کہا جاتا ہے زمین آسمان عاشوراء کے دن پیدا ہوئے لیکن یہ صحیح حدیث کے خلاف ہے چونکہ مسلم شریف کی حدیث ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے مٹی زمین کو ہفتے کے دن پیدا کیا اور پہاڑوں کو اتوار کے دن پیدا کیا درختوں کو پیر کے دن پیدا کیا اور جو چیزیں پسند نہیں ان کو منگل کے دن پیدا کیا اور نور کو بدھ کے دن پیدا کیا اور چوپایوں کو جمعرات کے دن پیدا کیا اور سب مخلوق کے آخر میں حضرت آدم کو جمعہ کے دن عصر کے بعد سے لے کر رات تک کے درمیان جمعہ کے دن کی آخری لمحہ میں سے کسی لمحہ میں پیدا کیا۔

(صحیح مسلم حدیث نمبر 7054)

جتنی چیزوں کا حدیث میں ذکر ہے یہ سب عاشوراء کے دن پیدا کیا گیا بیان ہوتا ہے نیز

عاشوراء والی روایت میں بھی یہ سب موجود ہے حالانکہ یہ صحیح حدیث کے خلاف ہے مزید سنے عاشوراء کی روایت میں یہ بھی ہے حضرت آدم کی علیہ السلام حضرت حوا رضی اللہ عنہا سے ملاقات عاشوراء کو ہوئی جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کی ملاقات ذی الحجہ میں ہوئی تھی حضرت آدم نے حضرت حوا کو پہچان لیا تھا اسی روز کا نام عرف رکھا گیا اور جہاں ملاقات ہوئی اس جگہ کا نام عرفات مشہور ہوا مزید سنئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ عاشوراء میں آیا عاشوراء والی روایت میں ہے جبکہ وہ فدیہ بھی ذی الحجہ میں آیا تھا اگر عاشوراء کو آیا تھا تو پھر عید الاضحیٰ عاشوراء کے دن کیوں نہیں کرتے ہیں کنکریاں بھی عاشوراء کے دن مارے اور مزید سنیے اس روایت میں یہ بھی ذکر ہے نبی کریم کی ولادت عاشوراء کے دن ہوئی تو پھر جشن ولادت بارہ ربیع الاول کو کیوں مناتے ہیں چاہیئے کہ عاشوراء کے روز جشن ولادت منائیں اگر اس روایت پر مزید کلام کروں تو وجود میں ایک کتاب آجائے گی اتنے پر ہی اقتفا کرتا ہوں یہی وہ دلائل اور تحقیق تھی مجھ فقیر کی جس بنا پر میں نے اس روایت کو موضوع کہا تھا چونکی واٹس ایپ پر ملک اور بیرون ملک کے لوگ فقیر حنفی سے اپنے مسائل کا جواب لیتے ہیں تو اس روایت کا بھی میں نے جواب دیا نیز اس کے موضوع ہونے کی تشہیر بھی کی لیکن کچھ جاہلوں نے اس پر بہت فساد کیا یہاں تک کہ ان جاہلوں کے ساتھ میرے یہاں کی کچھ مسجدوں کے اماموں نے میرے خلاف میٹنگ بھی کی اب میں اس پر تو تبصرہ نہیں کرتا کس نے کیا کہا البتہ ایسے میں ہمارے علماء کا طرز عمل کیا ہونا چاہیے وہ عرض کرتا ہوں بجائے مجھ پر تنقید کرنے کے میرے خلاف لوگوں کو غلط ذہن دینے کے اس روایت کی تحقیق کی ہوتی تو خود کے علم میں بھی اضافہ ہوتا اور لوگوں کو صحیح بات بتا پاتے اور بعض تو اتنا حد سے بڑے تھے انہوں نے بول دیا موضوع روایت پر علماء عمل کریں تو وہ صحیح ہو جاتی ہے ۔معاذ اللہ جبکہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے موضوع روایت بیان کرنا حرام ہے اسی

دوران کچھ حفاظ کا طرز عمل سامنے آیا انہوں نے بھی خوب فساد کیا شوروگو گا کیا یہ بات حقیقت ہے حافظ اگر حفظ کے بعد علم نہ سیکھے تو جاھل ہی رہتا ہے انہوں نے جاہلوں والا طرز عمل ان کا سامنے آیا اور مجھ سے انہوں نے کہا کہ ہم فلاں علامہ اور فلاں مفتی کو بات کرنے کے لئے بلائیں گے میں نے کہا آپ کو جس کے علم پر ناز ہے ان کو بلا لے خرچ بھی میں اٹھانے کو تیار ہوں پر شرط یہ ہیں کہ اگر وہ یا میں ثابت نہیں کر پائے اس روایت کے بارے میں تو عوام کے سامنے میں یا وہ رجوع کریں گے اس پر بیچاروں نے پھر دوبارہ کوئی جواب نہیں دیا ہمارے یہاں یہ بہت بری بیماری پھیل چکی ہے کہ جو ہم بول رہے ہیں یا سنتے ہوئے آرہے ہیں وہی صحیح ہے اس کے مقابلے میں اگر کوئی اپنی تحقیق لائے وہ بھی اکابر کی بتائی ہوئی اس کو بھی رد کر دیتے ہیں یہ حال عام خاص سب کا ہے، اسی دوران ایک مفتی صاحب سے کافی دیر بات ہوئی لاسٹ میں نتیجہ یہ نکلا انہوں نے کہا اگر اب ہم یہ سب بیان کریں یا عوام کے سامنے ظاہر کرے تو دیوبندی وہابی ہم پر ہنسیں گے کی پہلے آپ یہ سب بیان کرتے تھے اور اب یہ سب ان روایات کو موضوع من گھڑت قرار دیتے ہیں الامان والحفیظ

حق جان نے کے بعد حق کو چھپانا کہاں کا انصاف ہے اور کیا ہماری شریعت اس بات کی اجازت دیتی ہے عاشوراء کے متعلق اور کربلا کا جو واقعہ ہوا اس میں بہت ساری روایات شیعوں نے گھڑی ہیں اور آج وہ ہمارے یہاں بھی خوب بیان ہوتی ہے اس کی نشاندہی ہمارے اکابر نے کی ہے اور فتاوی رضویہ میں اسی لیے کہا گیا کربلا کا واقعہ صحیح روایات سے بیان ہو تو جائز ہے ورنہ حرام ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام غزالی رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ فرمایا ہے۔ اللہ کریم حق بولنے سننے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

❁❁❁❁❁

(محرم کے مہینے میں بیان کی جانے والی روایتوں کی تحقیق)

محرم میں بیان کی جانے والی روایات .بہت ساری ہمارے یہاں اہل سنت میں شیعہ سے نکل کر آ گئی ہیں اور بنا تحقیق خطیب حضرات اس کو بیان کرتے ہیں اور کربلا میں جو واقعہ پیش آیا اس میں بہت ساری روایات لوگوں نے گھڑلی ہے شیعہ سے نکل کر ہمارے یہاں آ گئی ہیں جن کی تحقیق بہت ضروری ہے اسی لئے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ ہو یا اعلی حضرت سب نے یہی فرمایا ہے صحیح روایت سے بیان کیا جائے تو صحیح ہے ورنہ اس کا بیان کرنا ناجائز ہے انہی میں سے چند روایات کی نشاندہی ہم کریں گے ان شاء اللہ عزوجل (اہل بیت کی فضیلت میں مشہور روایات) سنو جو آل محمد کی محبت میں مرا وہ شہید ہے ۔سنو جو آل محمد کی محبت پر مرا وہ بخشا ہوا ہے سنو جو آل محمد کی محبت پر مرا وہ تائب ہے سنو جو آل محمد کی محبت پر مرا کامل ایمان ہے سنو جو آل محمد کی محبت پر مرا اس کو موت کے فرشتے نے جنت کی بشارت دی پھر منکیر نے بشارت دی سنو جو آل محمد کی محبت پر مرا اس کو جنت میں اس طرح بنا سوار کر لے جایا جائے گا جیسے دلہن کو خاوند کے گھر لے جایا جاتا ہے سنو جو اہل بیت کی محبت پر مارا اس کی قبر میں جنت کے دو کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں سنو جو اہل بیت کی محبت میں مرا اللہ اس کی قبر کو رحمت کے فرشتوں کے لئے مزار بنا دیتا ہے سنو جو آل محمد کی محبت پر مرا وہ اہل سنت و جماعت پر مرا سنو جو آل محمد سے بغض پر مرا وہ قیامت کے دن آئے گا تو اس کی پیشانی پر لکھا ہو گا کہ یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے سنو جو آل محمد سے بغض پر مرا وہ کفر پر مرا سنو جو آل محمد سے بغض پر مرا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ پائے گا اس روایت کے بارے میں شارح صحیحین تفسیر القرآن حضرت علامہ غلام رسول سعیدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ روایت حدیث کی کسی معروف اور مستند کتاب میں

مذکور نہیں ہے اس روایت کو علامہ ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ایک سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس سند کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ موضوع من گھڑت ہے اور اس روایت کے من گھڑت ہونے کے آثار بلکل واضح ہیں(الکاف الشاف فی تخریج الاحادیث الکشاف جلد 4 صفحہ نمبر 220)

اس سند کو دوسرے مفسرین سند کی تحقیق کے بغیر نقل در نقل کرتے چلے گئے پھر متاخرین نے بغیر تحقیق اسے نقل کر دیا جب فضائل اہل بیت میں احادیث صحیحہ موجود ہیں تو پھر موضوع روایات کا سہارا لینے کی کیا ضرورت ہے حتیٰ کہ کسی طعن کرنے والے کو یہ کہنے کا موقع ملے کہ فضائل اہل بیت تو صرف موضوع اور باطل روایات سے ثابت ہے۔

(تبیان القرآن جلد 10 صفحہ نمبر 585)

(عاشوراہ کے دن سرمہ لگانے والی روایت کی تحقیق)

عاشوراہ کے دن کے متعلق ایک روایت یہ بیان ہوتی ہے جو عاشورہ کے دن سرمہ لگائے گا اس کی آنکھیں نہیں دکھیں گی یہ روایت کو امام سیوطی امام بیہقی اور دیلمی نے یہ روایت حضرت ابن عباس سے کی ہے بعض کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے لیکن امام ابن جوزی نے اسے موضوع قرار دیا ہے اس روایت کو علامہ عجلونی نے اپنی کتاب کشف الخفاء میں ذکر کیا ہے ان کے نزدیک بھی یہ روایت موضوع ہے امام سخاوی نے اپنی کتاب مقاصد الحسنہ میں اس کو موضوع کہا ہے امام حاکم اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں قال حاکم والا کتحال یوم عاشوراء لم یرد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیه اثر و هو بدعته ابتدعها قتله الحسین امام حاکم نے فرمایا عاشورہ کے دن سرمہ لگانے کی کوئی روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد نہیں ہے بلکہ بدعت ہے اور حضرت امام حسین کے قاتلوں نے اس روایت کو گھڑا ہے۔ (المقاصد الحسنہ حدیث نمبر 1085)

علامہ علی قاری موضوعات کبیر میں اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں جو عاشورہ کے دن سرمہ لگائے گا اس کی آنکھیں کبھی نہیں دکھیں گی ابن قیم فرماتے ہیں سرمہ تیل خوشبو لگانے کی جتنی روایات ہیں سب جھوٹے راویوں کی بنائی ہوئی ہیں دوسرے کذابین نے ان کے مقابلے پر اسے غم رنج کے طور پر منایا دونوں جماعت بدعتی اور اہل سنت سے خارج ہیں اہلسنت تو وہ کام کرتے ہیں جس کا حکم نبی کریم نے دیا ہے یعنی روزہ رکھنے کا اور بدعات سے احتراز کرتے ہیں علامہ علی قاری فرماتے ہیں کہ عاشوراہ کے دن اس غرض سے سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں کی وہ اتباع حدیث کر رہا ہے

یعنی عاشوراہ کے دن سرمہ لگائے تو اس وجہ سے لگائے کہ حدیث کی اتباع کررہا ہوں خوشی اورغم کے اظہار کے لئے لگانا جیسا کہ خارجی جو رافضیوں کے مخالف ہیں ان کا طریقہ ہے یہ ناجائز ہے۔(موضوعات کبیر مترجم حدیث نمبر 1299)

مزید تفصیل کے لیے امام ابن جوزی کی کتاب الموضوعات صفحہ نمبر 203 دیکھیں بلکہ امام ابن جوزی نے اپنی اس کتاب میں عاشورہ کے فضائل میں گھڑی گئی روایات کا باب باندھا ہے اور علامہ عجلونی کی کتاب کشف الخفاء (حدیث نمبر 1024 دیکھیں)

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور عاشوراہ کی روایت)

آپ رحمہ اللہ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ما ثبتہ من السنۃ ہے اپ اس میں رقم طراز ہے پہلا دن ہے کہ یوم عاشورہ کا اللہ نے دنیا میں پیدا کیا اور یہ پہلا دن ہے کہ دنیا میں بارش اسی دن ہوئی پس جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا گویا تمام زمانہ کا روزہ رکھا اور یہ انبیاء اور موسی علیہ السلام کا روزہ ہے اور جس نے شب عاشورہ کو شب بیداری کی گویا اس نے ساتوں آسمان والوں کی برابر اللہ کی عبادت کی اور جس نے چار رکعت نماز پڑھی جس کی ہر رکعت میں الحمد ایک بار اور پچاس بار قل ھو اللہ احد پڑھی تو اللہ تعالی اس کے گزشتہ کے پچاس اور آئندہ کے پچاس سال کے گناہ بخش دے گا اور جس نے ایک گھونٹ پانی پلایا گویا کہ اس نے ایک آن بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی اور جس نے اہل بیت کے مسکینوں کا پیٹ عاشورہ کے دن بھراوہ پل صراط پر چمکتی بجلی کی طرح گزر جائے گا اور جس نے کوئی چیز خیرات کی گویا اس نے کبھی بھی کسی سائل کو نہیں لوٹایا اور جس نے عاشورہ کے دن غسل کیا سوائے مرض موت کے کبھی بیمار نہ ہوگا عاشورہ کا دن یہ وہ دن ہے جس دن اللہ نے حضرت آدم کی توبہ قبول فرمائے یہ وہ دن ہے جس دن حضرت ادریس وہ بلند مرتبہ پر فائز کیا یہ وہ دن ہے جس دن اللہ نے حضرت ابراہیم کو آگ سے نجات دی اور یہ وہ دن ہے جس دن حضرت نوح کو کشتی سے اتارا اور یہ وہ دن ہے جس دن اللہ نے حضرت موسی پر تورات اتاری اور یہ کہ حضرت اسماعیل کا وبقت ذبح فدیہ اتارا اور یہ وہ دن ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ سے نکالا اور یہ وہ دن ہے اللہ نے اس دن حضرت یعقوب کو بصارت واپس فرمائی اور یہ وہ دن ہے جس دن اللہ نے اور یہ وہ دن ہے جس دن اللہ نے حضرت ایوب علیہ السلام سے بلاؤں کو دور کیا اور یہ وہ دن ہے کہ جس

دن اللہ نے حضرت یونس کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا اور یہ وہ دن ہے جس دن اللہ نے بنی اسرائیل کے لیے دریا کو پھاڑ دیا اور یہ وہ دن ہے کہ جس دن حضور علیہ السلام کے سبب اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہ بخشے اور یہ وہ دن ہے کے حضرت موسیٰ نے دریا عبور کیا اور یہ وہ دن ہے جس دن حضرت یونس کی قوم پر توبہ اتاری پس جو اس دن کا روزہ رکھے گا چالیس سال کا کفارہ ہو گا جس نے اس دن سرمہ لگایا یا سال بھر تک اس کی آنکھیں آشوب نہ کریں گی اور جس نے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا گویا اس نے تمام اولاد آدم کے یتیموں کے ساتھ بھلائی کی اور جس نے کسی مریض کی عیادت کی گویا اس نے تمام اولاد آدم کے مریضوں کی عیادت کی ان سب کو ابن جوزی نے موضوعات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کے بعد والوں نے اس کو وضع بنا کر گھڑ کر ان سندوں کے ساتھ ترتیب دے دی ہے (ما ثبت من السنتہ)

❁❁❁❁❁

(کیا بروز حشر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ اپنے شہزادوں کا بدلہ لیں گی)

خطیب حضرات ایک روایت یہ بیان کرتے ہیں روز محشر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا ہرا جوڑا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرخ جوڑا ہاتھ میں لے کر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمامہ شریف سر پر رکھ کر عرش اعظم کی طرف بڑھیں گی کہ مجھے ان سب کا انتقام چاہیے جبرئیل علیہ السلام دوڑتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے آپ جلدی چلیں کہیں ایسا نہ ہو اللہ عزوجل حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھ لے اگر اللہ پاک نے حضرت فاطمہ کو دیکھ لیا تو پھر کوئی بھی انتقام سے نہیں بچ پائے گا پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوڑتے ہوئے آئیں گے اس حال میں کمبل مبارک آدھا زمین پر آدھا کاندھے پر ہوگا اس روایت کے متعلق مفتی شریف الحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ روایت جھوٹی من گھڑت ہے اس کا بیان کرنا حرام ہے۔ (فتاوی شارح بخاری جلد 1 صفحہ 509)

اسی سے ملتی ہوئی ایک روایت اور بیان ہوتی ہے جس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ننگے سر ہونا بیان ہوتا ہے اس روایت کے بارے میں امام اہل سنت اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یہ سب جھوٹ افتراء ہے۔ (احکام شریعت صفحہ 160)

❁❁❁❁❁

(امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے ہیں یا نبی کریم ﷺ روایت کا حکم)

خطیب حضرات ایک روایت بیان کرتے ہیں ۔کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آئے حسین بتاؤ تم بڑے ہو یا ہم تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ بعض معاملوں میں، میں بڑا ہوں اور بعض معاملات میں آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کونسے معاملات ہیں، جس میں حسین تم بڑے ہو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کی جیسے میرے نانا ہیں ویسے آپ کے نانا نہیں ہیں، جیسے میرے والد ہیں ویسے آپ کے والد نہیں ہیں، ان معاملات میں، میں آپ سے بڑا ہوں، اس روایت کے متعلق شارح بخاری مفتی شریف الحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ روایت من گھڑت موضوع واہیات ہے اس کا بیان کرنا حرام ہے اور حسب فرمان حدیث جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنانا ہے، حدیث میں ہے جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے ۔(فتاوی شارح بخاری جلد 1 صفحہ 509)

مذکورہ روایت فقیر حنفی نے ایک خطیب سے سنی اور جب میں نے کسی کے ذریعہ حوالہ منگوایا خطیب صاحب نے جواب دیا میں نے یوٹیوب پر سنی تھی اللہ رحم فرمائے، بیان کرنے سے پہلے تھوڑا سوچ لیا کریں یہ روایت سے عوام تو خوش ہو جائے گی اور واعظین کی بھی خوب واہ واہ ہو جائے گی کہ بالکل نئی روایت حضرت نے بتائی لیکن اس سے جو دروازہ کھلے گا اس کا اندازہ آپ کو کہاں آپ تو عوام کی واہ واہ چاہتے ہیں، کل کو آپ کی یہ بیان کردہ جھوٹی روایت بیان کرکے کوئی بولے گا میری سو سال کی عمر ہے میں نے 50 مرتبہ حج کیا رمضان کے 85 مرتبہ مہینے کے روزے رکھے 80 مرتبہ عمرہ کیا 85 سال تراویح پڑھی اور دونوں عیدوں کی نماز پڑھی 80 سال جمعہ ظہر عصر مغرب عشاء فجر پڑھی

اور ان سب معاملات میں، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا ہوں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم 63 سال میں پردہ کر گئے تھے اور میری سو سال یا سو سال سے زیادہ عمر ہے تو میں نے سو سال کی عمر میں یہ یہ کام کیئے اور اتنا پایا جبکہ تریسٹھ سال میں میری برابر نہیں ہوسکتا تو لہذا معاذ اللہ میں ان سارے معاملات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا ہوں، پھر کل کو کوئی اور یہ کہے گا جب آپ نے اس کا دروازہ ایک فرد کے لیے کھول دیا تو دوسرا بھی اس کو کھولے گا بات کو جتنا طویل کروں گا اتنی زیادہ ہوتی جائے گی لہذا خلاصہ کلام یہ ہے کہ جھوٹی من گھڑت روایت نہ تو سننا چاہیے اور نہ ہی بیان کیا جائے اس کا سننا بیان کرنا ناجائز حرام ہے۔

(ایک اشکال اور اس کا جواب)

اشکال جو تحقیق آپ نے پیش کی ہے جس میں حضرت مسلم بن عقیل کے بچوں کا واقعہ بھی ہے اس کو آپ نے افسانہ کہا ہے، اگر اس واقعہ کا حقیقت سے تعلق نہیں ہے۔تو پھر ہمارے اکابر نے اس کو کیوں لکھا خطبات محرم میں جلال الدین امجدی رحمہ اللہ نے لکھا ہے، اور صدر الافاضل رحمہ اللہ نے بھی ان بچوں کا ذکر کیا ہے۔اگر یہ محض ایک افسانہ ہوتا تو یہ حضرات کیوں اپنی اپنی کتاب میں لکھتیں۔

الجواب: ۔صدر الافاضل اور علامہ جلال الدین اہلسنت کے معتبر عظیم عالم دین تھے۔،انہوں نے اپنی خدمات سے مسلک اہلسنّت کو جلا بخشی،اس کا کوئی منکر نہیں ہے یہ حضرات قرآن حدیث فقہ وغیرہ علوم شرعیہ میں کامل دسترس رکھتے تھے جیسا کی ان کی کتب سے ظاہر ہے لیکن تاریخ ان کا موضوع نہ تھا۔لہذا اس موضوع پر سوانحہ کربلا کے نام سے واقعات کربلا آپ نے لکھ دی اور خطبات محرم۔لیکن اس دونوں صاحبوں نے تحقیق وتدقیق نہ فرمائی۔جو دیگر علوم میں آپ کا طرہ امتیاز ہے،اگر کوئی شخص سوالیہ انداز میں پوچھتا کہ امام مسلم کے بوچوں کا اصل واقعہ کیا ہے،۔وہ اپنے والد گرامی کے ساتھ کوفہ گئے تھے یا نہیں اس واقعہ کی حقیقت کیا ہے تو پھر یہ حضرات اس کی تحقیق فرما کر جواب لکھتے لیکن بعض واقعات غیر معترب کتب سے بغیر تحقیق لکھ دینا کوئی عقلاً بعید نہیں۔

❁❁❁❁❁

(خطبات محرم میں ایک غلطی اور اس کا ازالہ)

خطبات محرم صفحہ 173 پر علامہ جلال الدین صاحب نے حضرت عثمان غنی کی ایک کرامت لکھی ہے پہلے میں اس کو ذکر کرتا ہوں لکھتے ہیں حضرت عثمان غنی مسجد نبوی کے منبر اقدس پر خطبہ پڑھ رہے تھے، کہ بلکل ہی اچانک ایک بدنصیب اور خبیث النفس انسان جس کا نام جہجہا غفاری تھا۔ کھڑا ہوگیا اور آپ کے ہاتھ مبارک سے عصا چھین کر توڑ ڈالا۔اس گستاخی کی اس کو یہ سزا ملی اس کے ہاتھ میں کینسر ہوگیا۔اس کا ہاتھ گل سڑ کر گر پڑا اور ایک سال کے اندر ہی وہ مرگیا۔قارئین کرام یہ کرامت خطبات محرم کے حوالہ سے جو ذکر کی اور جس شخص یعنی جہجہاہ غفاری کو اس میں خبیث النفس بدنصیب، وغیرہ کہا گیا ہے وہ ایک صحابی رسول ہے جی ہاں یہ بیعت رضوان میں بھی شامل تھے۔در اصل بات یہ ہے جہاں کتب میں حضرت جہجاہ غفاری کا ذکر کیا گیا ہے وہی یہ عصا توڑنے والا واقعہ بھی لکھ دیا گیا ہے اور یہ کئی کتب میں ہوا ہے ایسا اور لوگوں نے یہ سمجھ کیا کہ عصا مبارک بھی انہی یعنی حضرت جہجاہ غفاری نے ہی توڑا ہے جب کہ اس نام کے دو شخص اور ہیں۔کیونکہ صحابی رسول نبی کریم کی مبراک چیزوں کا بڑا ہی ادب احترام کیا کرتے تھے، بھلا وہ کیسے یہ نبی پاک کے عصا مبارک کو توڑ سکتے ہیں، یہ بات تو ہم گمان میں بھی نہیں لاسکتے کہ صحابی نے ایسا کیا ہو، اس نام کے دو شخص اور جو ہیں میں اب ان کو ذکر کرتا ہوں،۔جن کی وجہ سے یہ غلطی ہوئی، اور عصا توڑنے کی نسبت صحابی کی طرف کردی گئی، علامہ طاہر بن مطاہر مقدسی رحمہ اللہ (وفات 355ھ) لکھتے ہیں ثم قام الجهجاه بن سنام الغفاری فأخذ القضيب من يده وكسرها ۔ جہجاہ بن سنام غفاری تھا اس نے عصا چھین کر توڑ دیا۔(البدو التاریخ۔5۔205)

حضرت علامہ ابو العباس جعفر بن محمد مستغفری رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ان رجلا یقال له الجهجاه أو ابن الجهجاه الغفاری تناول وصا کان فی ید عثمان، فکسرها علی عکبته فضرب گی ذلك الموضع بأكلته، یعنی ایک آدمی جسے جہجاہ یا ابن الجہجاہ الغفاری کہا جاتا تھا، وہ اٹھا اور عصا توڑا۔(دلائل النبوته للمستغفری 832/2 عقم 657)

علامہ اسماعیل بن محمد اصبهانی رحمه الله لکھتے ہیں "ان رجلا یقال له الجهجاه أو ابن الجهجاه جهجاه أخذ عصی كانت فی ید عثمان فكسرها علی ركبته فأصيب فی ذلك الموضع الائكلته۔ یعنی ایک آدمی جسے جہجاہ یا ابن الجہجاہ کہا جاتا تھا، نے حضرت عثمان غنی کے ہاتھ سے لیکر عصا توڑ دیا،(سیر الصلف الصالحین صفحه 184)

یہ عبارات بتا رہی ہے کہ اس شخص کو جھجاہ یا ابن الجھجاہ یا جھجاہ بن سنام کہا جاتا تھا وہ صحابی رسول ہرگز نہیں تھے صرف جھجاہ کہنے سے صحابی رسول جھجاہ بن سعید غفاری کی ذات مراد لینا بلا دلیل کے ہے۔علامہ عبد الملک بن حسین عصامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں،ولما أخذت من يد عثمان العصا و هو قائم يخطب و كان الآخذلها جهجاه بن عمرو الغفاری و کسرها بر کبته وقعت الآكلته فی ركبة والعياذ بالله تعالى۔ یعنی جھجاہ بن عمر غفاری نے عصا کو توڑا۔اس عبارت میں جھجاہ بن عمرو الغفاری ہے، اور اس نام کے بھی کوئی صحابی رسول نہیں ہے۔آخر میں علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ عبارت پیش کرتا ہوں جو کی اس معاملے میں حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔اپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔و فی جرأته علی قضيب رسول الله صلى الله عليه وسلم مع انه من الصحابته الذين شهدوا المشاهد معه صلى الله عليه وسلم اشكال لا يخفى فان الظاهر انه يعرف القضيب و حرمته و

غضبه على عثمان رضى الله عنه كان مجتهدا متأولا فيما انكروه عليه وما هذه الا زلته عظيمته لا تليق بمن كان مؤمنا صحابيا،"یعنی نبی علیہ السلام کے ساتھ غزوات میں شریک ہونے والے صحابی کا عصا مبارک کے ساتھ ایسی بے باکی کرنا اگر تسلیم کرلیا جائے تو اس میں کئی ایسے اشکالات ہیں ۔جو ڈھکے چھپے نہیں ۔ یہ بات بلکل ظاہر ہے کہ وہ عصا مبارک اور اس کی حرمت کو اچھی طرح جانتے تھے ۔پھر تھوڑا مزید کلام کرنے کے بعد فرماتے ہیں بہر حال یہ اتنی بڑی غلطی ہے جسے ایک مومن صحابی رسول سے جوڑنا ہر گز مناسب نہیں(نسیم الریاض 127/4)

بہر حال صحابی رسول حضرت جہجاہ بن سعید غفاری رضی اللہ عنہ کی طرف اس معاملے کو یقینی اور قطعی طور پر منسوب نہیں کیا جاسکتا۔قارئین کرام دیکھا اپ نے خطبات محرم میں بلا تحقیق کے محض نقل کر کے اس کو لکھ دیا گیا جو کی بہت بہت بڑی غلطی ہے ہم علامہ جلال الدین کے تعلق سے یہی کہیں گے اس واقعے کے بارے میں کہ عام طور پر کرامات بیان کرنے لکھنے میں تحقیق نہیں کی جاتی یہی وجہ ہے آپ نے لکھا دیکھا اور اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس کو لکھ دیا۔اس لکھ دینے سے ان پر کوئی گرفت بھی نہیں ہے یہی وجہ کہ واقعے کربلا میں صرف اعتماد اور بلا تحقیق کے اس کو لکھ دیا گیا جس میں کئی من گھڑت روایات بھی شامل ہوگئی۔

❁❁❁❁❁

(امام اہلسنت نے فرمایا میرے پاس فرصت نہیں)

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب امام اہلسنت سے سائل نے سوال کیا کہ حضرت مسلم کے صاحب زادے کوفہ میں شہید ہوئے یا نہیں تاریخ طبری میں ہے کہ کوفہ میں صاحب زادے ہمارہ نہ تھے۔ تو اس سوال کے جواب میں امام اہلسنت فرماتے ہیں،،۔ یہ نہ تو مجھے اس وقت یاد ہے نہ تاریخ دیکھنے کی فرصت نہ اس سوال کی حاجت۔ (فتاوی رضویہ 24 جلد صفحہ 510)

قارئین کرام سائل کے سوال سے معلوم ہوتا ہے،، اس دور میں بھی حضرت مسلم کے بچوں کے شہادت کے واقعہ کو لیکر شبہ تھا جس وجہ سے سائل نے امام اہلسنت سے سوال کیا، لیکن جیسا کہ ہم اوپر ذکر آئے ہیں، کہ ان اکابر کا میدان تاریخ کا نہ تھا بلکہ ان حضرات کو فقہ اصول فقہ حدیث اصول حدیث تفسیر و دیگر علوم میں مہارت حاصل تھی،، لیکن تاریخ کا میدان ان حضرات کا نہ تھا جیسا کہ امام اہلسنت کے جواب سے بھی ظاہر ہو رہا ہے فرمایا،، مجھے اس وقت اس بارے میں کچھ یاد نہیں اور ساتھ ہی فرمایا تاریخ کی کتب دیکھنے کی فرصت نہیں چونکہ امام اہلسنت کے پاس سوال جواب کی کثرت رہا کرتی تھی، نیز دیگر کام بھی ہوا کرتے تھے جس وجہ سے فرمایا دیکھنے کی فرصت نہیں، قارئین کرام ہم نے اس واقعہ کے ساتھ ساتھ دیگر واقعات کا بھی من گھڑت ہونا بیان کر دیا ہے لہذا ایسے من گھڑت روایات سے بچنا ہم پر لازم ضروری ہے۔

(شہادت نامے پڑھنا حرام ہے)

آج کل بہت سی موضوع روایات عام ہوگئی ہیں، جن کی اصل نہیں، اور بہت سارے واقعات کربلا بھی جو کہ محض ایک افسانہ ہے عام ہوگئی ہیں، جس کی نشان دہی ہمنیں اپنی کتاب واقعات کربلا کی تحقیق وتردید میں کردی ہے، جسے سوق ہو وہ یہ کتاب کا مطالعہ فرمائیں، امام اہلسنت فرماتے ہیں، شہادت نامے نثر یا نظم جو آج کل عوام میں رائج ہیں اکثر روایات باطلہ و بے سرو پا سے مملو اور اکاذیب موضوعہ پر مشتمل ہیں، ایسے بیان کا پڑھنا سننا وہ شہادت ہو خواہ کچھ، اور مجلس میلاد مبارک میں ہو خواہ کہیں اور، مطلقاً حرام و ناجائز ہے، خصوصًا جبکہ وہ بیان ایسی خرافات کو متضمن ہو جن سے عوام کے عقائد میں تزلزل واقع ہو کہ پھر تو اور بھی زیادہ زہر قاتل ہے، ایسے ہی وجوہ پر نظر فرما کر امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی وغیرہ ائمہ کرام نے حکم فرمایا کہ شہادت نامہ پڑھنا حرام ہے۔ علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں: قال الغزالی وغیرہ یحرمه علی الواعظ وغیرہ روایة مقتل الحسن والحسین وحکایة امام غزالی وغیرہ نے فرمایا کہ واعظ کے لئے حرام ہے کہ وہ شہادت حسنین کریمین اور اس کے بے سرو پا واقعات لوگوں کو سنائے پھر فرمایا ماذکرہ من حرمة روایة قتل الحسین ومابعدہ لاینافی ماذکرته فی هذا الکتاب لان هذا البیان الحق الذی یجب اعتقادہ من جلالة الصحابة وبرائتهم من کل نقص بخلاف مایفعله الوعاظ الجهلة فانهم یأتون بالاخبار الکاذبة والموضوعة ونحوها ولا یبیّنون المحامل والحق الذی یجب اعتقادہ۔ امام حسین کی شہادت اور اس کے بعد کے واقعات کی روایات کا حرام ہونا جو

بیان کیا گیا وہ اس کے خلاف نہیں جو کچھ میں نے اس کتاب میں ذکر کیا کیونکہ یہ سچا بیان جو صحابہ کرام کی جلالت شان اور ہر نقص وکمزوری سے ان کی برأت پر مشتمل ہے اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے بخلاف اس کے جو جاہل واعظین بیان کرتے ہیں، وہ جھوٹی، بناوٹی اور خود ساختہ خبریں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ان کا محمل نہیں بیان کرتے حالانکہ حق پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے ۔ یونہی جبکہ اس سے مقصود غم پروری وتصنع وحُزن ہو تو یہ نیت بھی شرعاً نامحمود، شرع مطہر نے غم میں صبر وتسلیم اور غم موجود کو حتی المقدور دل سے دور کرنے کا حکم دیا ہے نہ کہ غم معدوم بتکلف وزور لانا نہ کہ بتصنع وزور بنانا، نہ کہ اسے باعث قرب وثواب ٹھہرانا، یہ سب بدعات شنیعہ روافض ہیں جن سے سنی کو احتراز لازم، حاشا اللہ اس میں کوئی خوبی ہوتی تو حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات اقدس کی غم پروری سب سے زیادہ اہم وضروری ہوتی، دیکھو حضور اقدس صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہٖ کا ماہ ولادت وماہ وفات وہی ماہ مبارک ربیع الاول شریف ہے پھر علمائے امت وحامیان سنت نے اسے ماتم وفات نہ ٹھہرایا بلکہ موسم شادی ولادت اقدس بنایا، امام ممدوح کتاب موصوف میں فرماتے ہیں: ایاہ ثم ایاہ ان یشغله ای یوم العاشوراء ببدع الرافضة ونحوهم من الندب والنیاحة والحزن اذ لیس ذٰلك من اخلاق المؤمنین والا لکان یوم وفاته صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اولی بذٰلك واحرٰی۔ بچے اور پرہیز کرے اس بات سے کہ کہیں یوم عاشورہ میں روافض اور ان جیسے لوگوں کی بدعات میں نہ مشغول ہو جائے جو رونا پیٹنا اور غم کرنا ہوتا ہے کیونکہ یہ امور مومنوں کے اخلاق سے نہیں ورنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا یوم وصال ان چیزوں کا زیادہ حق رکھتا ہے اھ (یعنی اگر رونے پیٹنے اور دکھ غم کے مظاہروں کی گنجائش اور اجازت ہوتی تو سب سے زیادہ یہ چیزیں آپ کے یوم

وصال پر عمل میں آتیں اور دیکھی جاتیں) عوام مجلس خواں اگر چہ بالفرض صرف روایات صحیحہ بروجہ صحیح پڑھیں بھی تاہم جو ان کے حال سے آگاہ ہے خوب جانتا ہے کہ ذکر شہادت شریف پڑھنے سے ان کا مطلب یہی بہ تصنع رونا بہ تکلف رلانا اور اس رونے رلانے سے رنگ جمانا ہے اس کی شناعت میں کیا شبہہ ہے، ہاں اگر خاص بہ نیت ذکر شریف حضرات اہلبیت طہارت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیٰ سیدھم وعلیھم وبارك وسلم ان کے فضائل جلیلہ ومناقب جمیلہ روایات صحیحہ سے بروجہ صحیح بیان کرتے اور اس کے ضمن میں ان کے فضل جلیل صبر جمیل کے اظہار کو ذکر شہادت بھی آجاتا اور غم پروری وماتم انگیزی کے انداز سے کامل احتراز ہوتا تو اس میں حرج نہ تھا مگر ہیہات ان کے اطوار ان کی عادات اس نیت خیر سے یکسر جدا ہیں، ذکر فضائل شریف مقصود ہوتا تو کیا ان محبوبان خدا کی فضیلت صرف یہی شہادت تھی، بے شمار مناقب عظیم اللہ عزوجل نے انہیں عطا فرمائے۔ (فتاوی رضویہ جلد 24 صفحہ 513)

قارئین کرام امام اہلسنت کے اس جواب سے چند چیزیں ثابت ہوئ 1 اس وقت اکثر روایات عوام میں جو رائج ہیں، جن کو واقعہ کربلا میں بیان کیا جاتا ہے۔ یہ بے اصل باطل محض جھوٹی موضوعہ روایات ہیں۔ انکا سننا پڑھنا قطعا حرام ناجائز ہے۔

(2) اگر ان روایات سے عوام کے عقائد میں کچھ تزلزل پیدا ہو تو ایسی روایت کا ذکر کرنا زہر قاتل ہے۔

(3) جن واعظین کا صرف مقصد غم پروری تصنع بناوٹی رونا ہو۔ تو اس طرح کرنا بھی ممنوع ہے۔ کیونکہ شرع نے صبر تسلیم کا حکم دیا ہے۔

(4) اگر مجلس خواں بالفرض صحیح روایات بھی بیان کریں لیکن سننے والے یہ جانتے ہیں۔ کہ اس مجلس

خواں کا مطلب رونا رلانا ہے اور اس رونے رلانے سے رنگ جمانا ہے اس کے برا اور قبیح ہونے میں کیا شک ہے۔

(5) اگر غم منانے کا حکم ہوتا اور اس میں کوئی خوبی ہوتی، تو نبی علیہ السلام کی وفات اقدس کی غم پروری سب سے زیادہ اہم ضروری ہوتی۔

❁❁❁❁❁

(موضوع روایات بیان کرنے کا گناہ)

امام اہلسنت فتاوی رضویہ میں ایک مقام پر موضوع روایات بیان کرنے والے کے متعلق فرماتے ہیں افعال مذکورہ سخت کبائر ہیں اوران کا مرتکب اشد فاسق وفاجر مستحق عذاب یزداں وغضب رحمن اوردنیا میں مستوجب ہزاراں ذلت وہوان خوش آوازی خواہ کسی علت نفسانی کے باعث اسے منبر ومسند پرکہ حقیقۃً مسند حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے تعظیماً بٹھانا اس سے مجلس مبارک پڑھوانا حرام ہے، تبیین الحقائق وفتح اللہ المعین وطحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہا میں ہے: فی تقدیم الفاسق تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا۔ فاسق کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ بوجہ فسق لوگوں پر شرعاً اس کی توہین کرنا واجب اور ضروری ہے۔روایات موضوعہ پڑھنا بھی حرام سننا بھی حرام، ایسی مجالس سے اللہ عزوجل اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کمال ناراض ہیں، ایسی مجالس اوران کا پڑھنے والا اور اس حال سے آگاہی پا کر بھی حاضر ہونے والا سب مستحق غضب الٰہی ہیں یہ جتنے حاضرین ہیں سب وبال شدید میں جداجدا گرفتار ہیں اوران سب کے وبال کے برابر اس پڑھنے والے پر وبال ہے اورخود اس کا اپنا گناہ اس پر علاوہ اوران حاضرین وقاری سب کے برابر گناہ ایسی مجلس کے بانی پر ہے اوراپنا گناہ اس پر طرہ مثلاً ہزار حاضرین مذکور ہوں تو ان پر ہزار گنا اوراس کا عذاب قاری پر ایک ہزار ایک گنا اور بانی پر دو ہزار دو گنا ایک ہزار حاضرین کے اورایک ہزار ایک اس قاری کے اورایک خود اپنا، پھر یہ شمار ایک ہی بار نہ ہوگا بلکہ جس قدر روایات موضوعہ جس قدر کلمات نامشروعہ وہ قاری جاہل جری پڑھے گا ہر روایت ہر کلمہ پر یہ حساب وبال وعذاب تازہ ہونا مثلاً فرض کیجئے کہ ایسے سو کلمات مردودہ اس مجلس میں اس نے پڑھے تو ان

حاضرین میں ہر ایک پرسو سوگناہ اور اس قاری علم و دین سے عاری پر ایک لاکھ ایک سوگناہ اور باقی پر دو لاکھ دوسو، وقس علٰی ھذا، رسول اللہ فتاوی رضویہ جلد 23 صفحہ 743 قارئین کرام یہ جو کچھ بھی ہمنیں فتاوی رضویہ سے پیش کیا ہے،۔اس میں درجہ ذیل امور صراحتہ بیان فرمادئے ہیں۔

(1) شہادت وغیرہ کے بارے میں روایات باطلہ جھوٹ سے بھری پڑی ہیں۔ایسی حکایات بیان کرنا سننا مطلقا ناجائز حرام ہیں۔

(2) عقائد حقہ اہلسنت پر جن حکایات وروایات باطلہ سے زد پڑے۔اور انہیں جڑ سے ہلا کر رکھ دیں ان کا بیان کرنا زہر قاتل ہے۔

(3) واعظین کا مقصد بناوٹ کے طور پر لوگوں کو رونا اور غم وغیرہ میں ڈالنا ہو تو ایسا خطاب شرعا ممنوع ہے۔

(4) اگر بالفرض روایات صحیح ہی ہو لیکن مطلب ان کے بیان کرنے سے وہی رونا غم زدہ کرنا ہے تو پھر بھی قبیح ہے۔

(5) روایات باطلہ کا ذکر کرنا حرام ہے انہیں گانے اور سرور کے طور پر بیان کرنا حرام ہے اس سے اللہ کی ناراضگی اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ والم کی بیزاری واضح ہے۔

(6) ایسے واعظین اور خطباء کو بلانے والے ان کی حوصلہ افزائی کرنے والے سب جرم کے برابر کے شریک اور تمام کے مجموعی گناہ سے بڑھکر واعظ وخطیب گناہوں کا بوجھ اٹھاتا ہے امام اہلسنت نے اپنے دور کے واعظین اور خطباء کی بات بیان فرمائی ہے،،۔لیکن اجکل جن خطباء اور واعظین کی شہرت ہے اگر امام اہلسنت انہیں سن لیتے اور ان کے انداز خطابت و وعظ کو دیکھ لیتے تو آپ خود اندازہ فرمائیں کہ اپ کیا فتوی دیتے؟ میرا مقصد کسی کی مخالفت کرنا یا دل ازاری کرنا نہیں ہے۔بلکہ

اصل مقصد وہی ہے جسے امام اہلسنت نے بیان فرمایا ہے۔، جو ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں، موضوع و منگھڑت روایات باطلہ رونا رلانا ماتم منانا جھوٹے واقعات بیان کرنا یہ سب ناجائز حرام ہے اللہ و رسول کی ناراضگی کا سبب ہے، ان حرام کاموں سے بچا جائے اور دوسروں کو بھی بچایا جائے۔

۞۞۞۞۞

(آخر میں مودبانہ عرض)

الحمد للہ اللہ عزوجل کی توفیق سے فقیر نے چند واقعات کربلا کی تحقیق آپ کے سامنے پیش کی ہے اور منگھڑت واقعات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے،ان منگھڑت واقعات کی نشاندہی ہم نے اس کتاب میں کردی ہے،تاکہ ان منگھڑت واقعات سے بچا جائے صحیح اور معتبر واقعات بیان کئے جائیں۔جھوٹ پر مبنی واقعات بیان کرنا ناجائز ہے،واللہ ہم اہلبیت سے محبت کرنے والے لوگ ہیں انکی غلامی کو اپنے لئے نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔اہلبیت کی شان جھوٹی روایات یا واقعات بیان کرنے کی محتاج نہیں ہے،احادیث طیبہ میں بیشمار فضائل وارد ہوئے ہیں،جھوت پر مبنی واقعات اور روایات بیان کرنا اہلبیت سے محبت نہیں ہے، بلکہ ان کی طرف منسوب ایسے واقعات کا رد کرنا اہلبیت کی محبت کا تقاضا ہے،۔اگر کوئی یہ کہے آپ نے جو کچھ بھی دلائل دئے ہیں ہم نہیں مانتے ہم محب اہلبیت ہیں اور ہم نے ان سب دلائل سے کوئی غرض نہیں ہیں یا یہ کے ہمیں دلائل کی حاجت ہی نہیں ہے تو یہ محبت نہیں بلکہ جہالت ہے۔الحمد اللہ عزوجل اللہ کے کرم سے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت سے میری یہ کتاب مکمل ہوئی آخر میں قارئین کرام سے مودبانہ عرض ہے کہ اس تحریر کا مکمل مطالعہ کرنے کے بعد اگر کسی کے ذہن میں کوئی سوال پیدا ہو یا کسی کو کوئی بات درست معلوم نہ ہو تو وہ بلا جھجک ہم سے رابطہ کریں ممکنہ صورت میں سائل کو اطمینان بخش جواب دینے کی کوشش کریں گے اور اگر ہم اپنی کسی غلطی پر مطلع ہوئے یا ہم نے اپنی کسی رائے میں یا تحقیق میں کمزوری نظر آئی تو بغیر کسی شرم و تاخیر کے ہمیں آپ حق کی طرف رجوع کرنے والا پائیں گے ان شاء اللہ تعالی۔

اللہ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ میری اس کتاب کو مقبولیت عطا فرمائے اور اس کتاب کو

میری اور میرے والدین کے لیے باعث نجات بنائے اور میرے دوست و احباب کی مغفرت فرمائے۔ وصلی اللہ تعالی علیه وسلم و بارك علی حبیبه محمد وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ وازواجه وذریاته واهلبیته و علماء ملته و اولیاءامتی وابنیه الکریمین الغوث الاعظم الجیلانی وسلطان الهند خواجه معین الدین الچشتی و من تبعهم بإحسان الی یوم الدین

فقط

اسیر بارگاہ امام اعظم ابوحنیفہ

محمد دانش الحنفی القادری

مقیم حال ہلدوانی نینی تال

❁❁❁❁❁

(جب پانی موجود تھا تو اکابرین نے کیوں لکھا تین دن پانی بند رہا)

قارئین کرام ہم نے کربلا میں پانی موجود ہونے پر اپنی کتاب واقعات کربلا کی تحقیق وتردید میں تفصیلی کلام کیا اور کتب معتبرہ سے دلائل دئے ہیں، نیز واٹس ایپ کے ذریعہ آپ تک وہ تحریر پہنچی۔علمائے کرام نے اس تحریر کو پسند فرمایا میری حوصلہ افزائی فرمائی مجھے دعاؤں سے نوازہ۔ میرے اس تفصیلی کلام کے بعد بھی کچھ لوگوں کے ذہن میں ایک سوال آیا سوال یہ ہے پھر ہمارے اکابر نے تین دن پانی بند ہونے کی روایت کیوں ذکر کی جب پانی موجود تھا، اسی سوال پر کچھ جواب عرض کرنا ہے۔

فنقول و باللہ التوفیق

امام اہلسنت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ مفتی نعیم الدین مرادآبدی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ مفتی جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ ان حضرات نے لکھا ہے کربلا میں تین دن پانی بند تھا، امام اہلسنت فتاوی رضویہ شریف میں لکھتیں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا۔(فتاوی رضویہ جلد 14 صفحہ 593)

امام اہلسنت نے یہاں تین دن بے آب رہنے کا ذکر کیا ہے۔اب ظاہر بات ہے یہ بات محض امام اہلسنت اپنی طرف سے تو فرمائیں گے نہیں، آپ نے کسی نہ کسی کتاب کی عبارت کو بنیاد بنا کر یہ فرمایا ہوگا، اب وہ کتاب کونسی ہے امام اہلسنت نے اس کا ذکر نہیں کیا، وہ کتاب یا روایت کونسی ہے جس کو امام اہلسنت نے بنیاد بنایا ہے میں اس کو آگے ذکر کروں گا۔اسی طرح علامہ مفتی نعیم

الدین رحمہ اللہ لکھتے ہیں آل رسول کولب آپ پانی میسر نہ آتا تھا سر چشمہ تیم سے نمازیں پڑھنی پڑتی تھیں اسی طرح بے آب و دانہ تین دن گزر گئے۔علامہ حسن رضا رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تین دن بے آب و دانہ کی بات لکھی ہے مگر آپ نے بھی کسی کتاب کا یہ حوالہ ذکر نہیں فرمایا کہ تین دن امام عالی مقام کو پیاسا رہنا پڑا۔ظاہر ہے حضرت نے بھی کسی عبارت کو بنیاد بنایا ہوگا۔علامہ حسن رضا خاں رحمہ اللہ لکھتے ہیں تین دن کے پیاسوں پر تیروں کا مینہ برسنا شروع ہوگیا۔(آئنہ قیامت صفحہ 65)

علامہ جلال الدین امجدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔چنانچہ ابن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ایک دستہ کے ساتھ دریاے فرات پر مقرر کردیا تاکہ امام اوران کے ساتھی پانی کی ایک بوند نہ لے سکیں اور یہ واقعہ امام کے شہید ہونے سے تین دن پہلے کا ہے خطبات محرم صفحہ 352 ہمارے اکابر کی یہ وہ عبارات ہیں۔جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔کہ تین دن پانی بند رہا ہے بلکہ امام اہلسنت کو چھوڑ کر تینوں حضرات نے اپنی اپنی کتاب میں متعدد جگہ یہ لکھا ہے خیمے میں ایک بوند بھی پانی نہیں تھا،ہر چند کے یہ ہمارے بزرگ ہیں ہم علم و مرتبہ میں ان کے قدموں کی اڑنے والی دھول کو بھی نہیں پہنچ سکتے اس بات کا ہم اعتراف کرتے ہیں۔مگر حقیقت یہ ہے ایک بوند پانی نہ ہونا کسی بھی کتب میں نہیں لکھا ہے اور نہ ہی ان حضرات نہ اس بات کا حوالہ ذکر کیا ہے۔اور یہ بات مسلم ہے جب کوئی روایت کا مدار سند پر ہو تو چاہے وہ کتنا ہی بڑا ولی کامل کیوں نہ ہو اس کے لکھ دینے سے وہ واقعہ وہ روایت صحیح نہیں ہوجاتی۔۔یہ بات تو خود امام اہلسنت فرماتے ہیں آپ لکھتے ہیں۔مدار روایت پر رہا تو مسئلہ علوم ظاہرہ کے دائرہ میں آگیا صحتِ سند درکار ہوگی اور کسی ولی معتمد کا کوئی نہ معتمد حکایت کسی سے نقل فرمانا اس کی روایت کو صحیح و واجب الاعتماد نہ کردے گا،دیکھا آپ نے اعلی حضرت فرما رہے ہیں۔جب مدار روایت پر رہا تو مسئلہ علوم ظاہرہ کے دائرہ

میں آگیا۔ اب اس روایت کو ماننے کے لئے صحت سند درکار ہوگی۔ اور کسی ولی معتمد کا نہ معتمد حکایت کسی سے نقل فرمانا اس کی روایت کو صحیح و واجب الاعتماد نہ کر دے گا یہاں بھی مسئلہ یہی ہے اگر چہ یہ ہمارے اکابرین ہیں ۔ مگر ان حضرات کا یہ کہنا کہ ایک بوند بھی پانی نہیں تھا۔ ان حضرات کی اس بات کو معتمد نہیں بنا سکتا، چونکہ اس کی صحت کا مدار سند پر ہے۔ اور یہاں تو سرے سے سند ہے ہی نہیں۔ اس لئے ایک بوند بھی پانی نہیں تھا ان حضرات کی یہ بات قابل اعتماد نہیں۔ اب اگر کوئی کہے کہ یہ تو علوم میں ماہر ہیں۔ جید علماء ہیں یہ غلط نہیں لکھ سکتے۔ تو ایسے لوگوں کے لئے اعلی حضرت فرماتے ہیں۔ وھذا ما اعتذر وابہ عن الامام محمد الغزالی قدس سرہ العالی فی ایرادہ الاحادیث الواھیة فی الاحیاء مع جلالة قدرہ فی العلوم الظاهرة الباطنة. یہ وہ چیز ہے جس کے ساتھ اہل علم نے امام محمد غزالی کی طرف سے اس بات پر عذر کے طور پر پیش کیا جو انھوں نے باوجود علوم ظاہری و باطنی میں عظیم ماہر ہونے کے اپنی کتاب **"احیاء علوم الدین"** میں احادیث موضوعہ ذکر کی ہیں۔ (فتاوی رضویہ جلد 8 صفحہ 393)

یعنی اوپر جو ہم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نقل کرائیں ہیں۔ یہاں اس کو دلیل بنایا ہے اور کہا حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اگر چہ علوم ظاہر و باطن میں ماہر ہیں اس کے باوجود انہوں نے اپنی کتاب احیاء علوم ادین میں موضوع منگھڑت روایت لکھی ہیں۔ مگر ان کا موضوع روایت لکھنا اس کو معتبر نہیں کر دے گا۔ امام اہلسنت کی ان عبارات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوگیا، اگر چہ علوم میں ماہر ہو اس کی بات کا مدار سند پر ہو تو ہی وہ لائق اعتماد ہوگی۔ ورنہ وہ لائق اعتماد نہیں ہے۔ اور نہ اس کو قبول کیا جائے۔ اب یہ بات واضح ہوگئی ان حضرات کا یہ لکھنا کہ ایک بوند بھی پانی نہیں تھا۔ بوند بوند کو ترس رہے تھے غیر معتبر لائق اعتماد و اعتبار نہیں چونکہ

اس کا مدار سند پر ہے اور سند تو یہاں سرے سے ہی نہیں ۔ یہاں بغیر حوالہ کے بغیر سند کے کہا گیا ہے ۔ جو کہ لائق اعتماد نہیں ۔ اب ہم تین دن پانی بند ہونے والی عبارت پر کلام کرتے ہیں ۔ جسے امام اہلسنت کے علاوہ باقی ان تینوں بزرگوں نے بھی فرمایا کہ تین دن پانی بند رہا یہ بات ہمارے بزرگوں نے اس عبارت سے اخذ کی ہے جسے علامہ جلال الدین امجدی رحمہ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے آپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں چنانچہ ابن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ایک دستہ کے ساتھ دریائے فرات پر مقرر کر دیا تاکہ امام اور ان کے ساتھی پانی کی ساتھی پانی نہ لے سکیں اور یہ واقعہ امام کے شہید ہونے سے تین دن پہلے کا ہے خطبات محرم صفحہ 352 علامہ حسن رضا خاں رحمہ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے ۔ فرات پر پانچ سو سوار بھیج کر امام پر پانی بند کر دیا گیا ۔ (صفحہ 48 آئنہ قیامت)

اسی طرح علامہ مفتی نعیم الدین رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے ہمارے بزرگوں نے تین دن پانی بند ہونے کی دلیل اس سے پکڑی ہے جسے علامہ جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ یہ واقعہ امام کے شہید ہونے سے تین دن پہلے کا ہے، اور یہ عبارت طبری میں بھی ہے اور الکامل میں بھی علامہ حسن رضا رحمۃ اللہ علیہ نے امام اہلسنت نے سب نے اسی عبارت سے دلیل پکڑی ہے کہ ان یعرض علی الحسین بیعته یزید فاذا فعل ذلك راینا راینا و ان یمنعه و من معه الماء ۔ فارسل عمر بن سعد عمرو بن الحجاج علی خمسماته فارس فنزل علی الشرعیته و حالوا بین الحسین و بین الماء و ذلك قبل قتل الحسین بثلاثته ایام ۔ جس کا حاصل یہ ہے اگر امام حسین یزید کی بیعت نہیں کرتے ہیں تو ان کو پانی لینے نہ دیا جائے اس کے بعد عمر بن سعد کے حکم سے عمرو بن حجاج پانچ سو سواروں کے ساتھ امام اور فرات کے درمیان آ گیا تاکہ پانی نہ لے جا سکیں ۔ اور یہ بات امام کے شہید ہونے سے تین دن پہلے کی

ہے ۔(الکامل فی التاریخ جلد 3 صفحہ 413)

قارئین کرام یہی وہ عبارت ہے جس سے ہمارے بزرگوں نے یہ اخذ کیا ہے تین دن پانی بند رہا۔مگر اس روایت سے یہ اخذ کرنا کہ تین دن پانی بند رہا یہ صحیح نہیں غلط ہے، پہلے تو اس میں لکھا پانی کو گھیرنے کی بات شہادت سے 3 دن پہلے کی ہے ۔اس سے یہ کب لازم آتا ہے کے مسلسل تین دن پانی بند رہا ایک قطرہ بھی نہیں جانے دیا؟ ہوسکتا ہے یہ سختی صرف اسی دن کے لئے ہو بعد میں سختی نہ ہوئی ہو۔اور اگر ہم اس عبارت سے یہ دلیل پکڑ بھی لیں کے پانی بند تھا سختی بہت تھی پانی لے جانے نہیں دیا گیا، تو بھی اس عبارت سے دلیل پکڑنا صحیح نہیں ۔چونکہ اگر اس عبارت سے یہ ثابت ہوتی ہے کے مسلسل تین دن پانی بند رہا تو الکامل کی ہی دوسری عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے پانی مسلسل بند نہیں ہوا تھا، خاص دس عاشورا کے دن کے بارے میں لکھا ہے، امام عالی مقام جب میدان میں جنگ کے لئے جانے لگے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا بے ہوش ہو کر گر پڑی تو امام عالی مقام نے ان کے منہ پر پانی چھڑ کا۔و خرت مغشیته علیها فقام الیها الحسین فصب الماء علی وجهها (الکامل فی التاریخ صفحہ 417)

قارئین کرام دیکھا آپ نے اگر الکامل کی عبارت تین دن پہلے والی عبارت سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ پانی تین دن بند تھا ایک قطرہ بھی نہ تھا جیسا کی ہمارے بزرگوں نے لکھا ہے ۔تو الکامل کی ہی اس عبارت سے پانی کا ہونا ثابت ہوتا ہے اگر پانی نہیں تھا تو پانی کہاں سے آیا منہ پر ڈالنے کے لیے؟ کیا وجہ ہے جو اس عبارت کو مانا جائے اور اس عبارت کو نہ مانا جاے؟ کیا اس طرح الکامل کی ان دونوں عبارتوں میں تضاد نہیں ہے؟ کہ ایک عبارت تو پانی تین دن بند ہونے پر دلالت کرے اور دوسری عبارت پانی موجود ہونے پر دلالت کرے ۔جب ان دونوں عبارتوں میں تضاد

ہے تو اس کے تضاد کو دو طرح سے تطبیق دیکر دور کیا جائے گا، اول یہ کہ پانی پر سختی والی روایت امام کی شہادت کے تین دن پہلے کی ہے۔ پہلے سختی ہوئی تھی پھر بعد میں اس سختی کو ہٹا دیا گیا چونکہ دسوی تاریخ کو پانی موجود ہونے کی روایت بھی ہے، اس طرح تطبیق دی جا سکتی ہے۔ اور اسی طرح کی تطبیق کرنا ہم پر لازم ہے چونکہ بدایہ کی عبارت میں آپ اور آپ کے ساتھیوں نے غسل کیا یہ عبارت موجود ہے، اسی طرح حضرت زینب کے منہ پر پانی ڈالنے والی عبارت بدایہ اور طبری میں بھی ہے۔ دوسری تطبیق اس طرح دی جا سکتی ہے، فرات پر سخت پہرا تھا اور یہ پہرا مسلسل تین دن رہا پانی لے جانے نہیں دیا گیا، اگر چہ فرات پر پہرا تھا، جب آپ کے ساتھیوں نے امام عالی مقام سے پانی کی شکایت کی تو آپ نے زمین پر بیلچے مار کر اس زمین سے پانی نکالا، آپ نے کنویں کھود رکھے تھے، اور آپ کے آس پاس پانی کے چشمہ جاری تھے۔ تو آپ اور آپ کے ساتھی وہاں سے پانی لیا کرتے تھیں، یہ کنویں کھودنے والی اور چشمہ جاری تھے والی روایت ہم اس سے پہلے دلائل کے ساتھ لکھ چکے ہیں، اور شیعہ حضرات کی کتب سے بھی ہم نے اس بات کو ثابت کیا ہے۔ اس طرح دونوں روایات میں تطبیق ہوگئی۔ اور حضرت عباس کا بیس مشکیں پانی لانے والی عبارت تاریخ کی ہر کتب میں ہے لہٰذا قطعی طور پر یہ کہنا کے پانی تین دن بند رہا غلط ہے۔ اب اعتراض یہ وارد ہوتا ہے پھر ہمارے بزرگوں نے کیوں لکھ دیا کہ تین دن پانی بند رہا ایک قطرہ بھی نہ تھا؟

الجواب: ۔ہمارے یہ اکابر اہلسنت کے معتبر عظیم عالم دین تھے۔، انہوں نے اپنی خدمات سے مسلک اہلسنّت کو جلا بخشی، اس کا کوئی منکر نہیں ہے۔ یہ حضرات قرآن حدیث فقہ وغیرہ علوم شرعیہ میں کامل دسترس رکھتے تھے۔، جیسا کی ان کی کتب سے ظاہر ہے۔ لیکن تاریخ ان کا موضوع نہ تھا۔ لہٰذا اس موضوع پر سوانحہ کربلا کے نام سے واقعات کربلا آپ نے لکھ دی اور خطبات محرم آئنہ قیامت۔ لیکن

ان بزرگوں نے تحقیق وتدقیق نہ فرمائی۔جو دیگر علوم میں آپ کا طرہ امتیاز ہے،اگر کوئی شخص سوالیہ انداز میں پوچھتا کہ الکامل،طبری،بدایہ،وغیرہ کی عبارت سے خیمہ میں پانی کا ہونا ثابت ہوتا ہے کیا واقعی پانی موجود تھا۔تو پھر یہ حضرات اس کی تحقیق فرما کر جواب لکھتے ۔الکامل کی یا طبری کی ظاہری عبارات دیکھکر لکھ دینا کوئی بعید نہیں چونکہ واقعات کا تعلق احکامات حرام حلال سے نہیں ہوتا اس لئے واقعات میں زیادہ تحقیق نہیں کی جاتی،صرف اعتماد کی وجہ سے ظاہر دیکھکر لکھ دیا جاتا ہے لہٰذا ہمارے ان بزرگوں پر کوئی اعتراض نہیں اور نہ کوئی نکیر ہے۔واقعات میں صرف ظاہری عبارت دیکھ کر اعتماد کی بنا پر لکھ دینا اور ان بزرگوں کے پاس مصروفیات کی وجہ سے واقعات کی تحقیق کا وقت نہ ہونا اعلیٰ حضرت کے اس جواب سے بھی ظاہر ہوتا ہے،سائل نے کہا طبری میں ہے امام مسلم کے دونوں صاحب زادیں ان کے ساتھ نہ تھے۔تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ۔یہ نہ تو مجھے اس وقت یاد ہے نہ تاریخ دیکھنے کی فرصت نہ اس سوال کی حاجت ۔(فتاویٰ رضویہ جلد 24۔صفحہ 510)

دیکھا آپ نے امام اہلسنت نے فرمایا اس وقت نہ تو یہ مجھے یہ یاد ہے اور نہ میرے پاس اس واقعہ کی تحقیق کرنے کی فرصت ہے،چونکہ ان حضرات کے پاس مصروفیات بہت ہوا کرتی تھی جس وجہ سے واقعات کی تحقیق کا وقت نہیں ہوا کرتا تھا،اسی وجہ سے ان حضرات نے صرف اعتماد اور ظاہر دیکھ کر اپنی کتب میں شامل فرمالیا،اور یہی وجہ ہے مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ نے حضرت مسلم بن عقیل کے بچوں کی شہادت کا واقعہ بھی نقل فرمادیا،اگر چہ وہ ایک افسانہ ومن گھڑت ہے۔واضح رہے ہم نے پانی کے موجود ہونے پر اس تحریر میں اس لئے بحث نہ کی کہ اس سے پہلے ہم تفصیلی طور مفصل کلام کر چکیں ہیں یہاں ان دلائل کو دوہرانے کی حاجت نہ تھی اسی لئے ہم نے ان کو ترک کردیا۔واقعات کربلا میں جو من گھڑت روایات ہیں ان کی ہم نے نشاندہی کی ہے ایک مدت

سے یہ من گھڑت واقعات چلتے آرہے تھیں ۔اللہ نے اس کام کی ہمت وتوفیق دی ہمیں تو اس پر ہم نے تحقیق کی اور پانی موجود ہونے پر جو ہم نے تحقیق کی ہے ایسی تحقیق شاید آپ کو کہی اور نہ ملے ۔اب تک ہم نے جو کچھ بھی لکھا محض اللہ کی رضا کے لئے امت محمدیہ کی خیر خواہی کے جذبے کے تحت لکھا ہے ۔مسلمان خود بھی ان منگھرت واقعات سے بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں ۔اللہ عزوجل اسے ہماری مغفرت کا ذریعہ بنائے ۔ہماری اس کوشش سے اگر کچھ لوگ بھی ان من گھڑت واقعات سے بچ گئے تو ہم سمجھیں گے ہماری محنت رنگ لائی ہے ۔اوراس میں ہمارا ذاتی مفاد کچھ نہیں ہے ۔ ہماری یہ تحقیق اگر صواب وصحیح ہے تو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے،اوراگر ہم اس تحقیق میں خطا پر ہیں تو یہ ہمارے مطالعے اورکم علمی کی وجہ ہے ۔اللہ کریم ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے ہماری مغفرت فرمائے،اورہماری اس کوشش کو ہدایت کاذریعہ بنائے ۔آمین

۞۞۞۞۞

(اعتراض نمبر 01)

اعلیٰ حضرت اورعلمائے اہل سنت کی تصریحات کے مطابق تین دن بے آب و دانہ رکھ کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا کچھ نام نہاد محققین نے بیان کیا ہے کہ سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ اور اہل بیت پر صرف سات محرم الحرام کو پانی بند رہا۔ یعنی صرف ایک دن ۔ہمارے اکابر علمائے اہل سنت جیسے سرکار اعلی حضرت امام اہل سنت، حضرت صدر الافاضل، حضرت علامہ حسن رضا خان، حضرت مفتی جلال الدین امجدی علیہم الرحمۃ والرضوان نے تحریر کیا ہے۔ چنانچہ اعلی حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں: شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا حرمین طیبین وخود کعبہ معظمہ و روضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے، ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجد نبی ﷺ بے اذان ونماز ہی مکہ ومدینہ وحجاز میں ہزاروں صحابہ وتابعین بے گناہ شہید کیے، کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا، مدینہ طیبہ کی پاکدامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کردیں۔ رسول اللہ ﷺ کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا۔ مصطفیٰ ﷺ کے گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے استخوان مبارک چور ہو گئے۔ سر انور کہ محمد ﷺ کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد 14, صفحہ نمبر 592)

میں سمجھتا ہوں کہ مولانا موصوف کو اغتسل سے دھوکہ لگا ہے انھوں نے اس سے غسل کرنا سمجھا حالانکہ اس کے معنیٰ غسل کرنا اس وقت متعین ہوتے ہیں جب اس کا صلہ بالماء مذکور ہو ورنہ اس کے معنیٰ خوشبو لگانا بھی ہیں۔ کہا جاتا ہے اغتسل بالطیب یعنی اس نے خوشبو لگائی سیاق کے اعتبار

سے یہاں اس کا صلہ بالطیب ہی محذوف ہے جیسا کہ میدان کارزار میں جانے کے وقت حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خوشبو لگانے کا ذکر البدایہ والنھایہ میں ہے۔اب ہم اس معنی کی تائید میں صرف دو حوالے پیش کرتے ہیں: (1) اغتسل:فعل ْاغتسل/ اغتسل ب يغتسل، اغتسالا و غسلا، فهو مغتسل، و المفعول مغتسل به۔ اغتسل بالطيب: تضمَّخَ به۔ ْاغتسلَ بالماء: غسل بدنه به۔(تعریف و معنی اغتسل فی معجم المعانی الجامع۔ معجم عربی عربی)

(2) واغتسل بالطيب، كقولك تضمخَ۔ (لسان العرب)

مولانا صاحب یاد رکھیں کہ بزرگوں کے نقش قدم سے ہٹنے اور امام اہلسنت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہٗ سے بغاوت کرنے کا نتیجہ ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہیں ہے۔حقیقت یہ ہے کہ انسان پر جب اندھی تحقیق کا بھوت سوار ہوتا ہے تو قدم قدم پر ٹھوکر کھاتا ہے۔اس دور میں امام اہلسنت کے خلاف بکواس کرنے والوں کا محاسبہ کتنا ضروری ہے؟ شاید ہم یہ محسوس نہیں کر پا رہے ہیں۔

محمد عاقل رضوی غفرلہ القوی

خادم جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

۱۳ محرم الحرام ۱۴۴۵ھ/ مطابق ایک اگست ۲۰۲۳ء

(اعتراض نمبر 01 کا جواب)

ہم نے واقعات کربلا پر جو کچھ بھی لکھا ہے اس میں ہم نے یہ جملہ کہیں استعمال نہیں فرمایا کہ صرف ایک دن پانی بند رہا، یہ ہم پر کھلا جھوٹ و بوہتان ہے، مولانا موصوف محمد عاقل صاحب نے کہا ہے، ہمیں لفظ اغتسل سے دھوکا لگا ہے چونکہ اس کے ساتھ اس کا صلہ یعنی بالماء مذکور نہیں ہے اس لئے اس کے معنی خوشبو لگانے کے ہیں۔حالانکہ مولانا موصوف کو یہ بات معلوم ہونا چاہے کہ یہ کوئی قاعدہ کلیہ تو نہیں، اگر یہاں اغتسل کے معنی خوشبو لگانا ہی ہے، تو پھر کیا یہ دھوکا فقیہ ہند علامہ مفتی شریف الحق رحمہ اللہ کو بھی لگا؟ چونکہ انہوں نے فتاوی شارح بخاری میں اغتسل کے معنی غسل کرنا لیا ہے۔(فتاوی شارح بخاری جلد 2 صفحہ 68)

کیا مفتی شریف الحق صاحب بھی نہیں جانتے تھے اس بات کو کہ یہاں خوشبو لگانا کے معنی ہیں؟ اور آپ سمجھ گئے اور کیا یہ دھوکا حضرت علامہ شیخ الحدیث مفتی محقق غلام رسول قاسمی صاحب کو بھی لگا؟ (سانحہ کربلا صفحہ 8)

چونکہ انہوں نے بھی اس سے غسل کرنے کے معنی لئے ہیں۔ان دونوں بزرگوں کو بھی دھوکا لگا ہے کہنے کے بجائے آپ یہ کہدیں کے مجھے دھوکا لگا بہتر یہی ہوگا۔بات دراصل یہ ہے آپ کو یہ وہم ہوا ہے کے اغتسل کے ساتھ جب بالماء ہوگا تب غسل کا معنی لیا جائے گا، اور شاید آپ نے اس کو قاعدہ کلیہ سمجھ لیا مگر آپ کا یہ وہم وگمان ہرگز صحیح نہیں ہے، بعض اوقات بالماء محذوف ہو تو بھی اس کے معنی غسل کے ہوں گے، آپ کے اس وہم کو سنن ابو داوٗد کی اس روایت سے دور کرتا ہوں۔

عن عبد الله بن عمرو بن العاص، عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال:

»من اغتسل يوم الجمعة ومس من طيب امرأته إن كان لها، ولبس من صالح ثيابه، ثم لم يتخط رقاب الناس، ولم يلغ عند الموعظة كانت كفارة لما بينهما، ومن لغا و تخطى رقاب الناس كانت له ظهرا (سنن ابو داؤد حدیث 347)

اس روایت میں کلمہ طیب موجود ہے بالماء محذوف ہے، مگر اس روایت کے معنی یہاں وہ نہیں ہیں جو آپ نے وہم کیا ہے خوشبو لگانے کے بلکہ یہاں اس کے معنی غسل کرنا اور خوشبو لگانا ہیں، ہوسکتا ہے شاید آپ کہیں یہاں آپ نے خود سے اغتسل سے غسل کے معنی لئے ہیں، تو یہ بھی غلط ہے، چونکہ مکحول نے اغتسل کے معنی غسل کے لئے ہیں۔ علی بن خوشب کہتے ہیں کہ۔ سالت مکحولا عن هاذا القول غسل و اغتسل فقال غسل راسه و غسل جسدہ ہم نے نے مکحول سے پوچھا کہ غسل اور اغتسل کا کیا مطلب ہے فرمایا غسل کا معنی ہے اپنا سر دھونا اور اغتسل کا معنی ہے اپنا جسم دھونا، امید کرتا ہوں مولانا موصوف کو جو وہم ہوا تھا وہ دور ہو جائے گا۔ مولانا موصوف اگر بدایہ کی اسی عبارت پر ہی غور فرماتے تو ہرگز ایسی بات نہ کہتے، اس عبارت میں ہرتال چونا جسم پر لگانے کا ذکر ہے اور موصوف کو یہ معلوم ہونا چاہئے تھا ہرتال وغیرہ کا استعمال جسم کی صاف صفائی کے لئے ہوتا، اس کو پانی میں استعمال کیا جاتا ہے جیسے کے فتاوی رضویہ میں ہے، کیا مولانا موصوف بتائیں گے ایسا کونسا انسان ہے، یا مولانا موصوف نے کبھی خود ایسا کام کیا ہو کہ، جس چیز کو جسم کی صاف صفائی کے لئے استعمال کیا جاتا ہو، وہ جسم پر لگانے کے بعد جسم کو نہ دھویا ہو بلکہ اس پر خوشبو لگا لی ہو، ظاہر بات ہے ایسا ہرگز کوئی نہیں کرتا بلکہ جسم پر پانی ڈالتا ہے تا کہ وہ صاف ہو جائے، تو بس یہی تو امام عالی مقام نے کیا تھا، ہرتا چونا پانی ہی سے صاف ہوتا ہے جب اس بات پر قرینہ موجود

ہے تو پھر بالماء کالفظ لانے کی کیا ضرورت ہے، ہرتال چونا پانی ہی سے صاف ہوتا ہے، اسی لئے وہاں بالماء محذوف ہے، اس عبارت میں بالطیب کا ذکر کرنا لازم تھا اگر ذکر نہ ہوتا تو خوشبو کے معنی کہاں سے لئے جاتے جبکہ اس پر قرینہ موجود بھی نہیں، مگر ہرتا چونا یہ قرینہ موجود ہے پانی سے صاف ہونے کا جس وجہ سے بالماء کو محذوف کر دیا، موصوف اتنی بات بھی نہ سمجھ سکیں۔ اگر اتنی عبارت پر ہی غور کر لیا جاتا تو موصوف دھوکا نہ کھاتے، اور نہ موصوف کو تحریر کرنے کی پریسانی برداشت کرنی پڑتی اور ایک بات موصوف کو ہماری اغتسل والی عبارت تو نظر آئی مگر حضرت زینب کے بے ہوش ہونے پر ان کے چہرے پر پانی ڈالنے والی نظر نہیں آئی، ایسا لگتا ہے جیسے کی یہ روایت گلے میں ہڈی کی مثل اٹک گئی ہو نہ نگلنے کے نا اگلنے کے، اور یہ روایت تو طبری بدایہ الکامل وغیرہ سب میں ہے، تین دن پانی نہیں تھا تو یہ پانی کہاں سے آ گیا؟ اس کو حضرت نے نظر انداز کر دیا حالانکہ ہم نے اس میں متعدد حوالے دئے ہیں۔ اور ہم نے شیعوں کی کتب سے بھی پانی ہونا ثابت کیا ہے اس تحریر میں، ہم آپ کو یہ بھی بتا دیں ہم کل بھی مسلک اعلیٰ حضرت کے پابند تھے اور آج بھی پابند ہیں، ہمارا موقف وہی ہوتا ہے جو امام اہلسنت کا ہو، ہم نے کوئی یہ بات اپنی طرف سے تو نہیں کہی ہم نے تو اپنے اسلاف کی عبارتیں سامنے رکھی ہیں، اسی کو بیان کیا ہے،، اگر آپ اس بات کو بغاوت سمجھتے ہیں، اگر یہ بغاوت ہے بقول آپ کے تو یہ بغاوت تو پھر امام اہلسنت نے بھی کی ہے متعدد مسائل میں بزرگوں سے اختلاف کیا ہے اور بعد والے بزرگوں نے امام اہلسنت سے کیا ہے۔ تو یہی بات جو آپ نے ہمارے لئے کہی ہے کیا اعلیٰ حضرت کے لئے اور ان بزرگوں کے لئے بھی کہیں گے؟ حقیقت یہ ہے جب انسان پر خود ساختہ محقق بننے کا جنون سوار ہوتا ہے، تو وہ ایسی ہی الٹی سیدھی تاویلیں کرتا ہے، جیسا کی یوگا والے مسئلہ میں الٹی سیدھی تاویلیں کیں تھی اور کہا اس کی تائید حضور تاج الشریعہ رحمہ اللہ کے

جواب سے ہوتی ہے، مصروفیات کی وجہ سے اس پر کچھ لکھ نہ سکا اور جب بندہ انصاف کی نظر سے دیکھنا بند کر دیتا ہے شخصیت پرستی کا اس پر بھوت سوار ہو حد سے زیادہ محبت میں غلو کرنے لگے تو اس کو ہر جگہ مخالفت اور بغاوت ہی نظر آتی ہے، پھر اس کو ہر شخص راہ راست سے بھٹکا ہوا نظر آنے لگتا ہے اور وہ اپنے گمان میں یہ سوچنے لگتا ہے میں سب سے زیادہ عمل پیرا ہوں، میرے علاوہ دوسرا بزرگوں کے نقش قدم پر چل ہی نہیں رہا، اور جب وہ ایسا سوچنے لگتا ہے، تبھی سے اس کے لئے ذلت و رسوائی کے دن شروع ہو جاتے ہیں ۔اور آخر میں یہی کہوں گا اگر کسی سے کوئی اختلاف ہو تو محبت ادب اور پیار کے ساتھ اس کو جواب دینا چاہیے، اگر سخت الفاظ استعمال کریں گے تو سخت کلمات سننا بھی پڑیں گے برداشت بھی کرنا پڑیں گے ۔اللہ نے ہمیں بھی بولنے کے لئے زبان اور لکھنے کے لئے ہاتھ دیئے ہیں، باقی میں اس بات کی بالکل پرواہ نہیں کرتا کون کیا کہے گا میں حق گو انسان ہوں حق کے معاملات میں کبھی نہیں دبتا، واقعات کربلا پر ہزار بار لکھنا پڑھا تو ہزار بار لکھیں گے، جس کو برا لگتا ہو لگے حق پہنچانا ہمارا کام ہے ماننا نہ ماننا قبول کرنا نہ کرنا یہ دوسروں کا کام ہے، اگلی بار اگر میری کسی بھی تحریر سے کوئی اختلاف ہو الفاظ کا چناؤ اچھا ہونا چاہیئے ورنہ یاد رکھیں جی حضوری شخصیت پرستی میرے خون میں شامل نہیں، اللہ کریم ہمیں آخری دم تک مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رکھے حق بولنے لکھنے سننے اور دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین

❁❁❁❁❁

(اعتراض نمبر 02)

واقعہ کربلا میں ہمارا موقف وہی ہے جو جمہور اہل سنت کا ہے جو اعلی حضرت امام اہل سنت قدس سرہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا۔ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑاے گئے۔ استخوان مبارک چور ہو گئے سر انور کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا۔ کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا اس کے خلاف اگر کوئی روایت ہے تو اس میں تاویل کی جائے گی۔ جیسا کہ ہم نے اغتسل کے معنی کی تاویل ذکر کی کہ اس کے معنی غسل کرنا۔ تب ہی متعین ہونگے جب کہ اس کا صلہ بالماء مذکور ہو۔ ہم نے معنی متعین ہونے کی بات کہی، یہ نہیں کہ اس کے معنی غسل کرنا تب ہی ہوں گے جب کہ اس کا صلہ بالماء ہو۔ دونوں میں زمین، آسمان کا فرق ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ہم واقعہ کربلا میں علماے اہل سنت بالخصوص موقف اعلی حضرت سے ایک انچ بھی ہٹنے تیار نہیں اور علماے بریلی شریف اس طرح کے شر انگیز بیان کی مذمت کرتے ہیں اور اپیل کرتے ہیں کہ تحقیق کے لیے دوسرے بہت سارے عنوانات ہیں اہل سنت کے مسلمات سے چھیڑ خانی ہرگز نہ کی جائے۔ حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو تحریر فرمایا وہ موضع تاویل میں ہے وہ ان کا موقف نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ مسلمات اہل سنت کے خلاف کوئی بات سننے سے ہمارے کان بہرے ہیں۔ اگر اس کے سوا کوئی تحقیق پیش کرتا ہے تو ہم اسے مسترد کرتے ہیں۔

محمد عاقل رضوی غفرلہ القوی

(اعتراض کا نمبر 02 کا جواب)

مولانا موصوف کو بات شاید اب بھی سمجھ نہیں آئی ، متعین کرنے کی بات تو آپ اس وقت کرتے جب عبارت میں ہرتال چونا کا ذکر نہ ہوتا، ہرتال چونا کا ذکر ہونا اغتسل کے معنی خود متعین کر دے رہا ہے، وہاں نہ تو بالماء کی حاجت نہ بالطیب کی، بالطیب کو فقط اس لئے لایا گیا تا کہ معلوم ہو سکے کے خوشبو کا استعمال کیا تھا، اگر یہ بھی محذوف ہوتا تو پتہ کیسے چلتے، اور مولانا موصوف اب پوری بات ہی گھما رہے ہیں، سیدھی اور صحیح بات یہ ہے آپ نے عبارت کو سمجھا نہیں، اور کلمہ بالماء محذوف ہونے پر تیر کمان سے نکال دیا حلانکہ وہ تیر نشانے پر نہیں لگا،، کربلا کے واقعات میں پانی موجود ہونے پر متعدد روایات موجود ہیں، اتنی واضح روایات ہونے پر بھی کوئی یہ کہے کے تاویل کی جائے گی تو ان کا یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں، کوئی ایک بھی ایسی روایت موجود نہیں ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہو 3 دن ایک قطرہ بھی پانی نہ تھا، اس کے بعد بھی کوئی کہے تاویل کی جائے گی تو یہ ان کی کم فہمی و کم علمی ہے، یہاں کسی بھی چیز سے کوئی چھیڑ خانی نہیں ہے، ہم نے صرف وہی پیش کیا ہے جو کتب قدیمہ میں لکھا ہوا ہے، شارح بخاری نے واضح طور پر غسل کے معنی لکھے ہیں، اور یہ بات مسلم ہے جب کسی معنی میں احتمال ہو اور جب وہ احتمال دور ہو جائے اس وقت ایک معنی کو ترجیح دی جاتی ہے اور شارح بخاری کا کلمہ غسل لکھنا یہ بتاتا ہے ان کے نزدیک بھی یہاں غسل کا ہی معنی ہے، البتہ ہم نے یہ نہیں کہا یہ موقف شارح بخاری کا ہے۔اور جب متعدد روایات پانی موجود ہونے پر دلالت کر رہی ہوں، ان روایات کو قبول کرنا ہرگز کسی بزرگ کی مخالفت نہیں اور نہ یہ بات مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف ہے،، جس طرح بعض مسائل میں امام اعظم کے قول کو ترک کر دیا گیا اس پر ہم عمل نہیں

کرتے اس کے باوجود حنفیت سے خارج نہیں ایسے ہی اس روایت کو قبول کرنے میں نہ تو مسلک کی مخالفت ہے اور نہ ہی کسی بزرگ سے اختلاف۔ ہدایہ میں ہے و کذا اذا خاف فوت الوقت لو توضا یتیمم و یتوضا و یقضی ما فاتہ کہ وقت ختم ہونے کا خوف ہو تو تیمم نہ کرے بلکہ وضو کرے اور جو نماز قضا ہوگئی اس کو ادا کرے۔ یہی امام اعظم کا مذہب امام اہلسنت اور صدر الشریعہ نے کہا تیمم کرلے اور بعد میں دوبارا پڑھے،اسی طرح جامع صغیر میں امام محمد نے از ابو یوسف از امام ابوحنیفہ سے عقیقہ نہ کرنے کی روایت کی ہے اور بعض کتب میں اس کے مکروہ کا اشارہ ہے، حالانکہ اس کو بھی چھوڑ کر عقیقہ کو سنت و مستحب کہا جاتا ہے۔امام اہلسنت کا بھی یہی موقف ہے، جب ہم امام ابوحنیفہ کے قول کو ترک کرکے حنفیت سے خارج نہ ہوئے،اور نہ ہی امام اہلسنت یا دیگر پر اعتراضات کرتے ہیں،تو پھر کیا وجہ ہے پانی موجود ہونے پر متعدد روایات کو نہ مانا جائے، اور جن لوگوں نے اپنی آنکھوں کو بند، کانوں کو بہرا، کیا ہوا ہے وہ اپنی بند آنکھیں اور بہرے کونوں کو کھولیں یہی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کی تربیت وتعلیم ہے،متعدد واضح روایات ہونے کے بعد اگر کوئی یہ کہتا ہے، ہم اس کی تردید کرتے ہیں،تو ایسا شخص ہٹ دھرم ہے اور خود امام اہلسنت کی تعلیم کے خلاف عمل کرتا ہے،اور دوسوروں کو بھی وہی عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جو شخص یہ کہتا ہے ہم ایک انچ بھی نہیں ہٹیں گے تو ایسا شخص بے باک نڈر بے احتیاط ہے۔واضح رہے ہم مبلغ ہیں شارع نہیں لہٰذا کسی ایک قول پر جم جانا کہ یہی صحیح ہے یا تو اس کے پاس وحی آئی ہے یا اس کو غیب کا علم ہوا ہے،امام اہلسنت فرماتے ہیں جو کوئی ان تمام باتوں کے باوجود کسی ایک طرف پختہ یقین دکھائے تو وہ بے باک نڈر بے احتیاط ہے،پس راسخ علماء اور محتاط حضرات کی یہی پہچان ہے کہ وہ مختلف مسائل میں کسی ایک کی طرف یقین نہیں رکھتے۔ہمارا یہ مشن ہے اس امت محمدیہ تک موضوع

روایات کو نکالا جائے اور صحیح روایات پر عمل کیا جائے قرآن وحدیث کے مطابق ہماری جو بھی تحقیق ہوگی ہم اسے دوسروں تک پہنچا یں گے اگر ہمیں مزید واقعات کربلا پر تحقیق جاری رکھنی پڑی تو ہم جاری رکھیں گے، اور جو موضوع روایات ہیں ان کو اس میں سے نکال باہر کریں گے، اہلبیت کی شان موضوع روایات کی محتاج نہیں ہیں، یہی تعلیم اعلیٰ حضرت اور یہی مسلک اعلیٰ حضرت ہے، جھوٹی وموضوع روایات بیان کرنا اور انہی روایات پر جم جانا یہ نہ تو مسلک اعلیٰ حضرت اور نہ ہی تعلیم اعلیٰ حضرت ہے ۔بلکہ ایسا شخص مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف عمل کرنے والا ہے ۔

فقیر محمد دانش حنفی هلدوانی نینی تال

14 محرم الحرام 1445ھ مطابق 2 اگست 2023

(اعتراض نمبر 03)

یزید پلید فاسق وفاجر کو نادم اور بے قصور کہنے اور پانی کے ہونے پر دلیل دینے والوں سے ہمارے چند سوالات ہیں؟ ہمارا موقف وہی ہے جو جمہور علمائے اہل سنت اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی کا موقف ہے جیسا کہ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی فتاویٰ رضویہ میں لکھتے ہیں شک نہیں کہ یزید پلید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا، حرمین طیبین، خود کعبہ معظمہ اور روضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے، انکی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجد نبوی بے اذان و بے نماز رہی، مکہ، مدینہ اور حجاز میں ہزاروں صحابہ اور تابعین بے گناہ شہید کیے، کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا، مدینہ کی پاک پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے اب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے ظلم سے پیاسا ذبح کیا، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گود کے پالے ہوے تن نازنیں پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخان مبارک چور چور ہو گئے، سرور انور کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا حرم محترم مخدرات مشکوے رسالت حضور کے گھر کی پردہ دار بچیاں اور بچے قید کیا گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے، اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین پر فساد کیا ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ/جلد 14)

یزید پلید فاسق وفاجر کو نادم اور بے قصور کہنے والوں سے ہمارے چند سوالات؟

(۱) یزید پلید اگر ظالم نہ تھا تو اس نے صحابی رسول ﷺ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزول

کر کے ابن زیاد کو کوفے کا گورنر کیوں منتخب کیا؟

(۲) اگر یزید پلید کے حکم پر کچھ نہیں ہوا تو اس نے معرکہ کربلا کے بعد ابن زیاد، ابن سعد اور شمر کو وغیرہ سزائے موت کیوں نہیں دی؟

(۳) معرکہ کربلا کے بعد اہل بیت کی پاکیزہ خواتین کو قیدیوں کی طرح کیوں رکھا گیا؟

(۴) حضرت سیدہ طاہرہ زینب رضی اللہ عنہا کے سامنے یزید پلید نے اپنی فتح ونصرت کا خطبہ کیوں پڑھا؟

(۵) جب اس کے دربار میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر انور لایا گیا تو اس پر یزید پلید نے چھڑی کیوں ماری؟

(۶) اگر یزید پلید بے قصور تھا تو اس نے خاندان اہل بیت سے معافی کیوں نہیں مانگی؟

(۷) معرکہ کربلا کے بعد مسجد نبوی کی بے حرمتی کیوں کی گئی؟ مدینہ طیبہ کی مسلمان عورتوں سے زنا بالجبر کیوں کیا؟ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے تاریخ الخلفاء میں لکھا کہ مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے گئے۔ مدینہ طیبہ کی عورتوں کو یزید نے اعلٰی الاعلان اپنے لشکر پر تین دن کے لئے حلال کیا؟

(۸) بیت اللہ پر یزید یزید پلید نے سنگ باری کیوں کروائی؟ امام سیوطی علیہ الرحمہ کے مطابق بیت اللہ میں آگ لگائی گئی اور غلاف کعبہ جل گیا؟

(۹) شک نہیں کہ یزید پلید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا، حرمین طیبین، خود کعبہ معظمہ اور روضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے، انکی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجد نبوی بے اذان و بے نماز رہی، مکہ، مدینہ اور حجاز میں ہزاروں صحابہ اور تابعین بے گناہ شہید کیے، کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا، مدینہ کی پاک پارسائیں تین

شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے ظلم سے پیاسا ذبح کیا، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تن نازنیں پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخان مبارک چور چور ہو گئے، سرور انور کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا حرم محترم مخدرات مشکوے رسالت حضور کے گھر کی پردہ دار بچیاں اور بچے قید کیا گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے، اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین پر فساد کیا ہوگا؟ وہ محققین ضرور جواب دیں۔جو ہمارے جمہور علمائے اہل سنت جیسے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی، حضور صدر الافاضل، استاذ زمن علامہ حسن رضا خان، حضرت مفتی جلال الدین امجدی علیہم الرحمۃ و الرضوان کی تحریرات وتصریحات کے خلاف تحقیق پیش کرتے ہیں اور جو یزید پلید فاسق وفاجر کو نادم اور بے قصور کہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پانی کے ہونے پر دلائل دیتے ہیں؟

محمد نفیس القادری امجدی مرادآباد

(اعتراض نمبر 03 کا جواب)

واقعات کربلا کی تحقیق وتردید پر ہم نے تحقیقی کلام کیا ہے، اور اس میں ہم نے صرف ان واقعات پر کلام کیا جو موضوع و منگھڑت ہیں، یا پھر صرف شیعوں کی کتب میں مذکور ہیں، جن کی اصل نہیں۔ پانی موجود ہونے پر ہم نے تحقیقی و تفصیلی کلام کیا ہے، مگر یزید کی حمایت ہم نے ہرگز نہیں کی بلکہ ہم نے کہیں بھی یزید کا ذکر تک نہ کیا لیکن لوگوں نے میری طرف یزید کے متعلق نہ جانے کیا کیا منسوب کر دیا کہ ہم یزید کی حمایت میں ہیں۔ معاذ اللہ، اور اس تعلق سے تحریریں لکھی کے دانش حنفی جواب دیں۔ ہم ہرگز یزید کی حمایت میں نہیں یزید کے بارے میں ہمارا وہی موقف ہے جو اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کا ہے، یزید فاسق و فاجر تھا، ہمارے دل میں یزید کے لئے قطعی رحم نہیں ہے، ہر چند کے ہم اپنے بزرگوں کے علم و جلال کی قدر کرتے ہیں، یہ حضرات علم کے پہاڑ ہیں، ان کا ادب ہمارے دل میں بے شمار ہے۔ مگر ان میں سے بعض بزرگوں نے یزید کے لئے جو نرمی دکھائی ہے، مثلاً یزید کے لئے رحمت کی دعا کرنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے، اور امام عالی مقام کو اس مسئلہ میں خطا پر اور یزید کو حق پر کہا ہے، اس کا ذکر اخیار تابعین میں کیا ہے، یزید پر لعنت کرنے والے کو گناہ گار کہا ہے۔ ہم تو اپنے ان بزرگوں کی یہ نرمی جو یزید کے متعلق دکھائی ہے، ہرگز اس کو بھی قبول نہیں کرتے بلکہ ہم ایسی نرمی و نظریات سے اللہ عزوجل کی بناہ میں آتے ہیں، اور ایسی نرمی ایسے نظریات ایسی رحم دلی کی تردید کرتے ہیں، تو پھر ہم یزید کی حمایت کیسے کر سکتیں ہے۔ یزید کے بارے میں ہمارا موقف یہ ہے یزید بہت بڑا فاسق فاجر ظالم ہے، ہمارے دل میں اس کے متعلق نرمی کا کوئی شمہ نہیں ہے اگر ہمیں شرعی حدود و قیود اور قواعد شرعیہ کا پاس نہ ہوتا تو ہم یزید کی تکفیر کرنے میں ذرا بھی تأمل نہیں

کرتے ،۔ایک عرض آپ دوستوں سے کرنی ہے، پانی والی روایت پر کچھ لوگوں نے بیان جاری کیا ہے اور تحریریں لکھی ہیں کہ اس کا راوی شیعہ ہے، اس وجہ سے اس کی روایت نہیں مانی جائے گی، شیعہ راوی کی روایت کب معتبر کب مقبول کب مردود اور کس کس کتب میں شیعہ راوی ہیں اس پر تفصیلی کلام ہوسکتا ہے، مگر ایک خاص بات آپ سے یہ عرض کرنی ہے ۔عرض یہ ہے، جن لوگوں نے یہ کہا ہے شیعہ راوی ہونے کی وجہ سے روایت قبول نہیں کی جائے گی، آپ لوگ ایسے لوگوں سے سوال جواب کریں اور پوچھیں ، امام مسلم کے بچوں کا مشہور واقعہ ایک شیعہ ملا حسین کاشفی نے لکھا ہے، سب مصنفوں نے اسی سے لیا ہے، تو آپ اس شیعہ کے لکھے ہوئے واقعہ کو کیوں قبول کرتے ہو؟ اگر یہ واقعہ صحیح ہے کتب معتبرہ میں لکھا ہوا ہے تو اس کو حوالے کے ساتھ ہمیں بتائیں یہ کیسا انصاف ہے ایک طرف شیعہ ہونے کی وجہ سے ایک چیز کو تم رد کرتے ہو اور دوسری چیز کو قبول کرتے ہو آخر ایسا کیوں؟ جبکہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کے دور میں خود اس واقعہ پر سوالات قائم تھے جیسا کے فتاوی رضویہ میں ہے، امام مسلم کے بچوں کے بارے میں امام اہلسنت نے فرمایا تھا، نہ تو مجھے اس وقت یہ یاد ہے اور نہ تاریخ کی کتب دیکھنے کی فرصت اور نہ اس سوال کی حاجت ۔واقعات کربلا کی تحقیق وتردید میں اسی واقعہ کو تو ہم نے موضوع کہا ہے کہ اس کی اصل نہیں ہے، پھر آخر اتنا شور کیوں،؟ سوال کرنا سیکھیں بولنا سیکھیں اندھی تقلید واندھ بھکتی سے باہر نکلیں۔

فقیر محمد دانش حنفی ھلدوانی نینی تال

15 محرم الحرام 1445 ھجری مطابق 3 اگست 2023 دن جمعرات

❁❁❁❁❁

(اعتراض نمبر 04)

خیمہ اہل بیت میں پانی نہ ہونے کے دعوے پر، امام اہل سنت نے کسی کتاب کا حوالہ کیوں نہیں دیا۔

مجدد اسلام، امام اہل سنت، حضور اعلی حضرت، نے فتاوی رضویہ میں تحریر فرمایا کہ: کربلا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے اب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے، تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا۔ (فتاوی رضویہ جلد 14 صفحہ 592)

اور اس پر کسی تاریخی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ جبکہ روایات مختلف ہیں۔ بعض روایتوں کے مطابق خیمہ حسین پاک میں پانی موجود تھا۔ امام حسین اور ان کے بعض رفقاء نے اس دن غسل بھی کیا،

اہل علم کے مابین یہ بحث کئی دن سے گرم ہے، ایک صاحب نے تو یہاں تک لکھ مارا کہ: یہ حضرات (یعنی امام اہل سنت استاذ زمن، علامہ نعیم الدین مرادابادی، اور مفتی جلال الدین صاحب امجدی علیہم الرحمہ) قران، حدیث، فقہ وغیرہ علوم شرعیہ میں کامل دسترس رکھتے تھے جیسا کہ ان کی کتب سے ظاہر ہے۔ لیکن تاریخ ان کا موضوع نہ تھا یعنی امام اہل سنت تاریخ نہیں جانتے تھے، اس لیے بلا سند بات کہہ دی۔

بعض لوگ اپنے خلاف، امام اہل سنت کی تحریریں پاتے ہیں، تو عجیب عجیب الٹی سیدھی حرکتیں کرنے لگتے ہیں لفظ کملی پر جب بحث کا بازار گرم تھا، اور ایک فریق کی گردن پھنسنے لگی تو اس نے بھی یہی کہا تھا کہ اعلی حضرت فقیہ تھے- زبان و بیان کے ماہر نہیں تھے کہ ان کی تحریروں سے استدلال درست مانا جائے مجھے تو لگتا ہے کہ کل کو کوئی صاحب یہ بھی کہہ دیں گے کہ اعلی حضرت فقیہ تھے

,علم حدیث ان کا موضوع نہیں تھا, اس لیے اس فن میں کی جانے والی ان کی گفتگو، مستند نہیں ہوسکتی۔ کوئی سر پھرا یہ کہہ دے کہ امام اہل سنت نے جو میراث اور ترکہ کے مسائل لکھے ہیں وہ قابل اعتبار نہیں، کیونکہ اعلی حضرت فقیہ تھے، اور علم میراث کا لازمی جز ریاضی ہے، اور ریاضی اعلی حضرت کا موضوع نہ تھا۔

میں مضمون نگار سے کہوں گا کہ امام اہل سنت کی رفعت علمی آپ کیا جانیں۔ وہ جاننے کے لیے بھی وافر علم کی ضرورت ہوتی ہے دقیق نظر چاہیے جو صاحب نظر تھے وہ تو برسوں پہلے کہہ گئے کہ

ع: جس سمت آگئے ہو سکے بٹھادیے ہیں

اور آپ جیسوں کے لئے میں کہتا ہوں:

ع: دیدہ کور کو کیا آئے نظر، کیا دیکھے

امام احمد رضا کتنے علوم کے تاجور تھے، اور کیسے تھے، اس وقت یہ میرا موضوع بحث نہیں، ورنہ اپ کی شکایت دور کردیتا کہ تاریخ ان کا موضوع نہیں تھا، اس لیے اس میں کامل دسترس نہیں رکھتے تھے، آپ چار تاریخی کتابوں کو سامنے رکھ کر" تاریخ داں" بن گئے۔ اور جن اکابر کی زندگی، تاریخی کتب کی ورق گردانی میں گزری ہے، وہ اپ کے نزدیک کامل دسترس نہیں رکھتے۔ واہ صاحب واہ !

امام احمد رضا نے واقعات کربلا خصوصا پانی والے مسئلے کو تاریخی کتابوں سے لیا ہی نہیں۔ کیونکہ ان کی نظر میں تاریخی کتابیں عموما اغلاط سے پر ہوتی ہیں۔ امام فرماتے ہیں: واضح ہو چکا ہے کہ کتب سیر میں کیسے کیسے مجروحوں، مطعونوں، شدید الضعفوں کی روایات بھری ہیں دوسطر بعد فرمایا: "سیر" موضوع کے سوا ہر قسم ضعیف وسقیم و بے سند حکایات کو جمع کرتی ہے۔ اسی جگہ ہے: سیر میں

بہت اکاذیب و اباطیل بھرے ہیں۔(فتاوی رضویہ جلد دوم صفحہ 623 سب سے پرانا نسخہ باب الاذان والاقامۃ)

چارعدد تاریخی کتابوں پر اچھلنے والے لوگ، حضرت ملا علی قاری کی بھی سنیں، کیا فرماتے ہیں حضرت کا ارشاد ہے: فان غالبھم غیر صحیح و کذب صریح" (شرح الشفاللقاضی عیاض جلد2ص89)

یعنی تاریخی باتیں اکثر غلط اور صریح جھوٹ ہوتی ہیں۔تاریخی روایات کے بارے میں اگر مزید تفصیل درکار ہوتو فتاوی رضویہ جلد 2 کاصفحہ 622 سے صفحہ 624 تک مطالعہ کرلیں۔آپ کو تاریخ کی استنادی حیثیت کے بکھرے چیتھڑے نظر ائیں گے۔یہی وجہ ہے کہ امام اہل سنت نے اپنے فتوے میں آب بندی کے ذکر کے وقت کسی تاریخی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔کیونکہ حوالہ تب دیتے جب کسی کتاب سے اخذ فرماتے۔

مجدد اسلام کے نزدیک تو تاریخی روایات قابل استناد تھیں ہی نہیں۔پھر ان کے ذکر کا کیا معنی اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنی اہم اور صدیوں پرانی بات کا علم یقینی، امام کو کیسے ہوا۔ان کا مصدر اور ذریعہ ثبوت کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام اہل سنت نے جو باتیں تحریر فرمائیں، ان کا ثبوت تواتر مسلمین سے ہوا ہے۔جو علم یقینی کا افادہ کرتا ہے۔شرح عقائد میں ہے:"اسباب العلم للخلق ثلاثة الحواس السليمةو الخبر الصادق والعقل.........

والخبر الصادق على نوعين احدهما الخبر المتواتر وهو الثابت على السنة قوم لايتصورطواطئهم على الكذب وهوموجب العلم الضرورى كالعلم بالملوك الخالية فى الازمنة الماضيةوالبلدان النائية" (شرح عقائد ص35)

ترجمہ: مخلوق کے لیے اسباب علم تین ہیں ۔حواس سالم،خبر صادق،اور عقل ۔خبر صادق کی دو قسمیں ہیں ۔ایک خبر متواتر ،اور یہ وہ بات ہے، جوکسی قوم کی زبان پر ثابت ہو،اس طور پر کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا متصور نہ ہو۔اور خبر متواتر علم یقینی کا افادہ کرتا ہے ۔جیسے زمانہ ماضی کے بادشاہوں اور دور دراز کے شہروں کے بارے میں جاننا(کہ یہ خبر متواتر سے ہی ہوا ہے)

امام اہل سنت سے پوچھا گیا: حضور"کتب بینی ہی سے علم ہوتا ہے" فرمایا" یہی نہیں بلکہ افواہ رجال سے بھی حاصل ہوتا ہے "(الملفوظ جلداول صفحہ 6 قادری کتاب گھر بریلی شریف)

افواہ رجال اور تواتر دونوں ایک ہی ہیں ۔تواتر کی شرعی حیثیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے ۔کہ امام غزالی فرماتے ہیں،کہ کسی مسلمان کی طرف کسی گناہ کبیرہ کی نسبت جائز نہیں ۔مگر تواتر کے ذریعہ اس کا ثبوت ہوتو پھر یہ نسبت معتبر ہوگی ۔احیاء العلوم میں ہے:"لا تجوز نسبة مسلم الی کبیرة من غیر تحقیق نعم یجوز ان یقال ان ابن ملجم قتل علیا فان ذالك ثبت متواترا"

ترجمہ اعلی حضرت: کسی مسلمان کو کسی کبیرہ گناہ کی طرف بے تحقیق ،نسبت کرنا حرام ہے ۔ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم شقی خارجی اشقی الا خرین نے امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا۔کہ یہ بہ تواتر ثابت ہے ۔(فتاوی رضویہ جلد2 صفحہ 623 باب الاذان والا قامة)

تاریخی کتابیں حضرت علی کی شہادت پر چیخ چیخ کر کہتی ہیں کہ ابن ملجم نے مولا علی کو قتل کیا۔ مگر محققین علماء،تاریخ کی ایک نہیں سنتے ۔ہاں تواتر مسلمین سے جب اس کا ثبوت ہوا تو سب نے مانا۔ تواتر علم یقینی کے افادہ میں اتنا موثر ہے،کہ اس کے لیے اسلام کی شرط بھی ضروری نہیں ۔

کافر کا تواتر بھی معتبر ہے۔یہودیوں کے یہاں یہ امر مشہور ہے کہ ان کا دین ابدی ہے۔تاقیامت باقی رہے گا۔اور ہر یہودی اس بات کا قائل ہے،گویا یہ تواتر سے ثابت ہے۔حالانکہ اسلامی عقیدے کے مطابق،دین موسوی منسوخ ہو چکا ہے۔

صاحب نبراس نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہودیوں کی خبر،حد تواتر کو نہیں پہنچتی۔کیونکہ تواتر کے لیے ضروری ہے کہ اس وقت سے لے کر،اب تک ہر دور میں،،اتنے افراد اس کے راوی ہوں،جن کا جھوٹ پر توافق ممکن نہ ہو۔اور تاریخ یہود میں ایک دور ایسا آیا ہے کہ ان کے قتل عام کے بعد دو چند افراد ہی زندہ باقی بچے تھے۔بقیہ سارے کے سارے مارے گئے تھے۔اور جو باقی بچے تھے،ان کی تعداد،نصاب تواتر کو نہیں پہنچتی۔نبراس کے الفاظ ہیں:"والجواب عن خبر الیهود ففیه وجهان احدهما ان بخت نصر الملك المجوسی قتلهم حتی لم یبق منهم عدالتواتر" (نبراس ص52)

ترجمہ: یہودیوں کی خبر،حد تواتر کو اس لیے نہیں پہنچتی,کہ مجوسی بادشاہ بخت نصر نے سوا،چند کے، سب کو قتل کر دیا تھا۔اسی طرح عیسائیوں کے یہاں ایک مسئلہ ہے کہ وہ لوگ حضرت عیسی کے مصلوب ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔اور ہر عیسائی اس بات کا معتقد ہے۔لہذا یہ بھی تواتر سے ثابت ہونا چاہیے۔ علامہ عبدالعزیز فرہاری نے اس کا بھی جواب دیا۔کہ عیسائیوں کی روایت،حد تواتر کو نہیں پہنچتی۔کیونکہ ابتدا میں یہ روایت صرف چار لوگوں سے چلی۔اور چار لوگوں کا ہونا تواتر کی نصاب کو پورا نہیں کرتا۔ حضرت کے الفاظ ہیں:فالجواب عن خبر النصاری بوجوہ احدها انه منقول عن اربعة منهم ولیس هذا عدالتواتر "(نبراس 52)

ترجمہ: نصاری کی خبریں بھی حد تواتر کو نہیں پہنچتیں۔کیونکہ ابتداًوہ چار افراد سے منقول ہیں۔اور

چار کی عدد، حد تواتر کے لیے کافی نہیں ۔صاحب نبراس کے جواب نے واضح کر دیا کہ یہود ونصاری کی خبریں حد تواتر کو نہ پہنچیں ۔اس کی وجہ ان کا کفر یا خلاف اسلام عقیدہ نہیں، بلکہ راویوں کی تعداد کا، حد تواتر تک نہ پہنچنا، اصل سبب ہے ۔اب ایک حوالہ اور ملاحظہ فرمالیں ۔پھر اصل موضوع کی طرف آتے ہیں ۔

ہندوؤں کے مذہبی پیشوا رام وکرشن کے نبی ہونے کا سوال آیا۔کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ دونوں اپنے وقت کے نبی تھے ۔امام اہل سنت نے جواباً فرمایا کہ نبی ہونے کے لیے قران و حدیث سے ثبوت چاہیے ۔ان دونوں کا تو قران و حدیث میں کہیں نام ونشان تک نہیں ۔ بلکہ وہ دونوں انسانی جماعت کے افراد سے تھے بھی، یا نہیں ۔ اس کا بھی ہمارے یہاں ثبوت نہیں ملتا۔ ہاں تواتر ہنود سے ثابت ہوتا ہے کہ رام وکرشن نام کے دو فرد گزرے ہیں ۔مگر ساتھ ہی تواتر ہنود سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے، کہ وہ دونوں حد درجہ فاسق و فاجر تھے ۔اور فاسق و فاجر شخص نبی نہیں ہوسکتا۔ امام کی اصل عبارت ملاحظہ ہو: قرآن عظیم یا حدیث کریم میں رام وکرشن کا ذکر تک نہیں ۔ان کے نفس وجود پر سوائے تواتر ہنود، ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقع میں کوئی اشخاص تھے بھی، یا محض انیاب اغوال ورجال بوستان خیال کی طرح اوہام تراشیدہ ہیں ۔تواتر ہنود اگر حجت نہیں، تو ان کا وجود ہی ناثابت ۔ اور اگر حجت ہے تو اسی تواتر سے ان کا فسق و فجور، لہو ولعب ثابت ۔پھر کیا معنی کہ وجود کے لیے تواتر ہنود مقبول اور احوال کے لیے مردود مانا جائے ۔(فتاوی رضویہ جلد 6 صفحہ 142 رضا اکیڈمی ممبئی)

مذکورہ بالا عبارت کا یہ حصہ بغور پڑھیں ان کے نفس وجود پر سوائے تواتر ہنود, ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں امام فرمارہے ہیں کہ تواتر ہنود ہمارے یہاں دلیل ہے ۔اور جب تواتر کفار،

دلیل ہے،تو تواتر مسلمین کا کیا کہنا۔اب آتے ہیں اصل مدعا کی طرف معرکہ کربلا کے وجود کے بعد سے اب تک، ہر دور میں ہزاروں، لاکھوں، مسلمان اس بات کو بیان کرتے چلے آئے کہ یزیدیوں نے اہل بیت پر تین دن تک پانی بند رکھا۔اس عظیم تواتر کے ہوتے ہوئے،کسی دوسری دلیل،خصوصا تاریخی حوالوں کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی۔

لہذا مجدد اسلام نے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ہمارے بعض اکابر نے اگر کہیں کسی کتاب کی عبارت پیش کی،تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ انہوں نے اسی عبارت کو اپنے مدعا کے ثبوت کا ذریعہ بنایا نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ تائید کے طور پر کتاب یا اس کی عبارت رکھ دی ورنہ ان کی دلیل تواتر مسلمین ہے۔تاریخی کتابوں کے مضطرب اقوال نہیں۔وما توفیقی الا باللہ

❁❁❁❁❁

(اعتراض نمبر 04 کا جواب)

ایک صاحب کی تحریر نگاہ سے گزری جس میں انہوں نے نہ جانے کیسی کم علمی جہالت پر مبنی باتیں کی ہیں، اور پانی موجود ہونے پر بطور دلیل کہا ہے تواتر سے ثابت ہے، جب عقل ماری جاتی ہے اور بات مجاز کے خلاف ہو تو اسی طرح کی احمقانہ باتیں کی جاتی ہیں۔موصوف نے ہمارے اوپر ایک الزام و بہتان عظیم بھی لگایا ہے کہ ہم نے کہا ہے اعلیٰ حضرت تاریخ نہیں جانتے تھے، یہ سراسر جھوٹ ہے، موصوف کو اللہ کے خوف سے ڈرنا چاہیے، ہم نے تو یہ کہا تھا تاریخ ان کا موضوع نہ تھا، ہم نے کب کہا تاریخ نہیں جانتے تھے، تاریخ موضوع نہ تھا کا مطلب ہے جس طرح دیگر علوم میں مہارت تامہ و کاملہ حاصل تھی ایسی مہارت تامہ تاریخ میں نہ تھی، تاریخ میں حرام حلال احکامات پر بحث نہیں ہوتی اس لئے فقیہ تاریخ کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتا، یہی وجہ ہے تمام تاریخ کی کتب لکھنے والیں فقیہ نہیں ہیں، چونکہ ان کا موضوع صرف تاریخ ہی ہے اور ان کو اسی میں مہارت، موصوف نے بات کو توڑ مروڑ کر کہدیا ہم نے کہا کہ تاریخ نہیں جانتے تھے، حالانکہ اس پر ہمارا قرینہ یہ بھی تھا ان حضرات کو فقہ حدیث و دیگر علوم میں مہارت تامہ تھی، عبارت کو محض اسی قرینہ سے سمجھا جاسکتا تھا، اور موصوف نے یہ جو کہا کل کو کوئی بولے گا اعلیٰ حضرت فقیہ تھے اس لئے علم حدیث میں ان کی بات مستند نہیں۔اللہ کریم ایسی جہالت اور جاہلانہ باتوں سے ہمیں محفوظ فرمائے۔موصوف کو اتنا بھی علم نہیں جو فقیہ ہوگا وہ محدث بھی ہوگا اور جب ایسا ہے تو علم حدیث میں اس کی بات بھی مستند ہوگی، اور یہ بات مسلم ہے امام اہلسنت فقیہ ہیں۔ایسی جہالت پر مبنی تحریر کا میں جواب تو دینا نہیں چاہتا تھا اور اس تحریر پر تفصیلی کلام بھی ہوسکتا ہے، مگر احباب نے کہا جواب دینا ضروری ہے کچھ تو لکھیں اس لئے کچھ

لکھ دیتا ہوں ائنہ دکھانا ضروری ہے۔موصوف کے اوپر پانی موجود نہ ہونے والی بات کا تواتر سے ثابت کرنے کا بھوت ایسا سوار ہوا ہے کہ موصوف نے بار بار تواتر کا رٹا لگایا ہوا ہے،گویہ معلوم ہوتا ہے تواتر کا صرف رٹا لگایا ہے تواتر کو سمجھا نہیں،موصوف کو یہ وہم ہوا ہے اور کہا ہے پانی موجود ہونے کی دلیل تواتر ہے،جبکہ موصوف کا یہ کہنا قطعی طور پر غلط ہے اور تواتر کے بارے میں لاعلم ہونے کی دلیل ہے۔موصوف خود نہیں سمجھے کہ کیا لکھوں یا جو لکھ بھی رہا ہوں اس تحریر میں تضاد تو نہیں،موصوف نے مصلوب والے مسئلہ کا ذکر کیا ہے اور کہا چار گواہ تھے اس لئے یہ تواتر نہیں،حد ہوگئی جہالت کی،جب ابتدا چار گواہ موجود تھے اس کے باوجود یہ تواتر نہیں کہلایا گیا،تو پانی موجود نہ ہونے پر کتنے راوی ہیں کتنے گواہ ہیں؟ بلکہ اس روایت کا کئی سال تک کوئی راوی ہی نہیں ہے تو تواتر کہاں سے ہوگیا،تحریر میں اتنی جہالت کی امید نہ تھی،اسی طرح یہود اور دگیر عبارتوں پر تفصیلی کلام ہوسکتا ہے،اب موصوف کو جو وہم ہوا ہے تواتر کا اس وہم کو دور کرتا ہوں۔

(1)اول تو یہ کہ واقعہ کربلا ایک مدت تک روایت نہ کیا گیا اس کو ابومخنف نے روایت کیا ہے جس کی وفات 157ھ میں ہوئی اور مقتل ابومخنف میں جو کچھ لکھا ہے اس میں تضاد بہت ہے اس کے چار نسخے ہیں اور چاروں میں تضاد ہے۔اب آپ خود سمجھ سکتے ہیں کتنے سالوں تک یہ واقعہ روایت نہ کیا گیا،جب ابتدا میں اس کے کوئی راوی ہی نہیں ہیں تو تواتر کیسا؟ جب کہ موصوف مسئلہ مصلوب میں خود فرما چکے کہ ابتدا چار گواہ کی وجہ سے وہ تواتر نہیں،اور یہاں تو چار کیا ابتدا ایک بھی گواہ نہیں تو تواتر کیسا،موصوف نے پہلے بنیاد بنائی نہیں ڈائریکٹ عمارت بنانا چاہی،ظاہر ہے بنا بنیاد کے عمارت گرے گی ہی۔

(2)ابومخنف متروک الحدیث کذاب راوی ہے،تو تواتر کیسا؟

(3) واقعہ کربلا میں جو حضرات موجود تھے ان حضرات سے پانی موجود نہ ہونے کی کوئی روایت نہیں۔تو تواتر کیسا؟

(4) روایت میں جب کوئی راوی زندیق آجائے تو وہ تواتر معتبر نہیں ہوتا،تو پھر تواتر کیسا۔

(5) اہل بیت نے واقعہ کربلا اپنی آنکھوں سے دیکھا،اس کے باوجود ان سے پانی موجود نہ ہونے کی کوئی روایت نہیں،اور ان سے اس بارے میں روایت نہ ہونا شبہ پیدا کرتا ہے کہ جن حضرات نے خود اس کا مشاہدہ کیا ہے یا جن پر وہ وقت گزرا ہے وہ خود اس کے راوی نہیں تو یہ خبر کذب پر مبنی ہو سکتی ہے،تو تواتر کیسا؟

(6) واقعہ کربلا کا وقت ابو مخنف کی وفات تک کا تقریبا 97 سال کا ہے اور اس بیچ کوئی راوی موجود نہیں،اتنا وقت خالی گزر گیا تو تواتر کیسا۔

(7) ہوسکتا ہے موصوف کو اب یہ وہم ہو بعد میں مسلمانوں میں یہی عام ہوگیا تو اس کو مانا جائے گا۔

تو اس کا جواب یہ ہے موصوف کا یہ وہم بھی غلط ہے چونکہ جو روایت پانی پر موجود ہیں وہ زمانہ قدیم کی ہیں،اور متعدد روایات موجود ہیں،اور زمانہ قدیم میں فتنے فسادات وکذاب لوگوں کی کثرت اس قدر نہ تھی جس قدر بعد میں ہوئی کذاب بھی زیادہ اور فتنے بھی زیادہ جس سے شبہ ہوتا ہے جو خبر بعد میں مشہور ہوئی ہے وہ خبر غیر معتبر ہے،زمانہ قدیم میں اس کے خلاف نقل ملتی ہے،اور ہمارے پاس اس بات کا علم حاصل کرنے کے لئے زمانہ قدیم کی نقل کے علاوہ کچھ موجود نہیں،اس لئے انہیں روایات کو قبول کرنا لازم وضروری ہے۔

(8) ہوسکتا ہے موصوف کو اب یہ وہم ہو کے اس بات کا علم کشف سے ہوا ہے،تو موصوف کا یہ وہم بھی غلط ہے۔امام اہلسنت نے فرمایا ہے،جب مدار سند پر ہوگا تو مسئلہ علوم ظاہرہ پر آئے گا اور سند درکار

ہوگی۔جب سند درکار ہوگی تو حکم اسی پر ہوگا،اور کشف حجت نہ ہوگا تو تواتر کیسا۔

(9)میدان کربلا کی زمین کھودنے پر پانی نکل آتا تھا،جس کے دلائل ہم نے اپنی کتاب وتحریر میں دئے ہیں۔جب ایسا ہے تو پانی موجود نہ ہونے کی روایت عقل وظاہر کے خلاف ہے،اور جب تواتر عقل وظاہر کے خلاف ہو تو اس کو رد کردیا جاتا ہے،تو تواتر کیسا۔یہ چند باتیں میں نے ذکر کی ہیں امید ہے تواتر سے ثابت کرنے کا جوجنون موصوف پر تھا وہ اتر جائے گا۔موصوف کی تحریر پر اگر تفصیلی کلام کیا جائے تو موصوف کو دن میں تارے رات میں سورج نظر آجائے گا اور یہ کتنا عظیم جرم ہے جو چیز ثابت ہی نہیں یعنی تواتر تو اعلیٰ حضرت کی طرف اسکی نسبت کی جائے،اور یہ کہا جائے اس وجہ سے حوالہ نہ دیا۔موصوف حوالہ کا تو انکار کر گئے کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نے اس لئے حوالہ نہ دیا،اور تواتر ثابت کر نہیں پائے،اب موصوف کے قول سے یہ لازم آتا ہے نہ تواتر نہ حوالہ اس کا مطلب امام اہلسنت نے خود سے یہ بات کہی۔معاذ اللہا حباب کے حکم پر لکھنا تو بہت کچھ چاہتا تھا کہ موصوف کی ایک ایک عبارت پر تفصیلی کلام ہو مگر مصروفیات اس کی اجازت نہیں دیتی اس لئے احباب کے حکم پر عمل کرتے ہوئے تھوڑا بہت لکھدیا۔

فقیر محمد دانش حنفی ھلدوانی نینی تال

16 محرم الحرام سنہ ھجری 1445 مطابق 4 اگست بروز جمعہ

❁❁❁❁❁

(اعتراض نمبر 05)

لو اپنے جال میں صیاد آگیا! موصوف کی تحریر کو سرسری طور پر ہی پڑھا تو کئی تضاد نظر آئے اگر تحقیقی طور پر مطالعہ کیا جائے تو بہت ساری خامیاں نظر آئیں گی صرف ایک مثال پیش کر دیتا ہوں۔ موصوف کربلا میں پانی کے موجود ہونے پر ادلہ پیش فرماتے ہوئے خود اپنے ہی جال میں پھنستے نظر آرہے ہیں۔ موصوف الفتوح کی عبارت نقل کرتے ہیں کہ فقد بلغنی ان الحسین یشرب الماء ھو و اولادہ وقد حفروا الا بار و نصبوا الاعلام فانظر اذا ورد علیك کتابی ھذا فا منعھم من حفر الا بار ما استطعت و ضیق علیھم ولا تدعھم یشربوا من ماء الفرات قطرته واحدته، ابن زیاد نے کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ امام عالی مقام نے اور ان کی اولاد و اصحاب نے پانی پینے کے لئے کنویں کھود رکھے ہیں۔ اور میدان میں جھنڈے گاڑ رکھے ہیں خبر دار میرا خط جب تمہیں مل جائے تو مزید کھدائی سے روک دیں اور انہیں اتنا تنگ کیا جائے وہ فرات سے ایک قطرہ بھی نہ پی سکیں۔ (الفتوح جلد 5 صفحہ 91)

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ جس وقت سے ابن سعد نے کربلا میں قدم رکھا اسی وقت سے اس کے اور امام عالی مقام کے درمیان نامہ پیام اور ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اور اس کا نتیجہ ابن سعد ابن زیاد کے درمیان خط وکتابت کی شکل میں ظاہر ہوا۔ جس کا حاصل کلام کہ ابن سعد امام عالی مقام کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرے۔ اس سلسلہ میں کئی ایک روایت ہیں، جس کا مجموعی طور پر تجزیہ یہ بنتا ہے کہ طرفین کا یہ سلسلہ بلکل آخر وقت تک قائم رہا اور دو روایتیں تو یہ صراحت کے ساتھ بتاتی ہیں یہ سلسلہ نو تاریخ کی شام کو بند ہوا۔ معاملات کے اس پس منظر میں ذرا غور کرکے دیکھنا چاہیئے کہ سات تاریخ

سے بندش آب کا حکم بلکہ اس کے نفاذ کو بتانے والی روایت کے ماننے کی گنجائش کہاں سے نکل سکتی ہے۔قتل وقتال کی حالت میں تو جو دس تاریخ کو بندش آب کی کاروائی بامقصد بامعنی ہوسکتی تھی۔مزید براں کیا یہ ممکن ہے کہ سات تاریخ سے ایسا ہوا ہو اور دس تاریخ سے پہلے کہیں کوئی پانی بند ہونے کی شکایت کی روایت نہ پائی جائے تمام شکایتیں بیانات دس تاریخ کی ہی ذیل میں آتیں ہیں اس سے پہلے کوئی بیان نہیں ملتا حالانکہ دونوں فریقوں میں برابر رابطہ چل رہا تھا،لیکن کہیں کوئی پانی بند ہونے کی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔روایت میں اس بات کی صراحت تو ہے کہ بندش آب کی صورت یہ تھی کہ گھاٹ روکا گیا تھا۔پس عمر ابن سعد نے عمر بن الحجا کو پانچ سو سواروں کو بھیجا اور وہ گھات پر جا اتریں امام عالی مقام اور آپ کے ساتھی اور پانی کے درمیان حائل ہو گئے۔اس کے علاوہ اس بات کی بھی علامت روایت میں پائی جاتی ہے۔ یہ کاروئی دس تاریخ کو عمل میں آئی جو جنگ کا دن تھا،کیونکہ روایت میں اگرچہ مذکورہ بالا الفاظ کے بعد۔ و ذالك قبل قتل الحسين بثلاث ،،یہ امام عالی مقام کی شہادت سے تین دن پہلے کی بات ہے کہ الفاظ اتے ہیں مگر فورا دس تاریخ کا قصہ شروع ہوجاتا ہے اس سے پہلے کی کوئی بات نہیں۔

مذکورہ دونوں روایات کے مابین تضاد ہے بائیں طور کہ اول الذکر روایت کے اعتبار سے پانی پہلے بند کردیا گیا تھا اسی لیے جب ابن زیاد کو خبر ملی تو مزید سختی فرمائی اور آخر الذکر روایت کے اعتبار سے پانی ۱۰ محرم کو بند کیا گیا۔اب موصوف خود بتائیں کہ کس روایت کو مانتے ہیں؟اور ہاں اس بات کا خیال رہے کہ اکابرین علماء اہل سنت یہ نہیں کہتے کہ ایک بوند پانی بھی نہیں تھا یا جنھوں نے ذکر کیا ہے اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ اتنا کم تھا جو نہ ہونے کے برابر تھا اس لیے انہوں نے ایسا ذکر کیا ہے۔ پانی کے موجود ہونے والی روایات تعداد کے اعتبار سے ان روایات کی بنسبت بہت کم

ہیں بلکہ شاذ ہیں جن میں شہداء کربلا کی باحالت پیاس شہادت کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہ روایات ان مسلمہ روایات سے متعارض ہیں جن میں پیاسا شہید ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ پانی کے موجود ہونے والی روایت کو طبری وغیرہ نے ذکر تو کیا ہے فقط طبری میں ذکر ہونا صحت کے لئے کافی نہیں ہے مگر اس کے راویوں کے احوال کیا ہیں ان کو بھی ذکر کریں؟ موصوف اپنی عقل کے گھوڑے دوڑاتے ہوئے یہ کہنا کہ ۱۰ تاریخ تک پانی کی کوئی شکایت نہ ملے کیسے ممکن ہے؟ بندش آب کی روایات صاف صاف واضح کررہی ہیں مگر موصوف کو قبول نہیں اور کہہ رہے ہیں کہ شکایت نہی ملی ادلہ موجود ہوں اور کہہ دیا جائے کہ دلیل ہے ہی نہیں تو کیسے قبول کیا جائے گا۔

تفسیر القادری احمدی

(اعتراض نمبر 05 کا جواب)

ظاہر بات ہے ہر ایک کا جواب میں نہیں دوں گا جسے دیکھو منہ اٹھا کر لکھ دیتا ہے، اس تحریر پر تفصیلی کلام کیا جا سکتا، مگر صاحب تحریر کو ایک جواب دوں گا، چلیے یہ بات آپ نے مان تو لی کی قلیل مقدار میں پانی موجود تھا، اور ہم بھی تو یہی کہتے ہیں پانی موجود تھا، اگرچہ قلیل ہو۔ اور آپ کے اس قول سے حضرت علی اصغر کے لئے پانی طلب کرنے والی بات باطل ہو گئ، چونکہ چھوٹا بچہ پانی اتنا زیادہ نہیں پیتا، اور خطبات محرم یا دیگر کتب میں جہاں علی اصغر کے لئے پانی طلب کرنے کا ذکر ہے، آپ کے قول سے اس کی بنیاد متزلزل ہو جاتی ہے، یہ لوگ خود سمجھ نہیں پا رہے کہ ہم کسے قبول کریں کسے رد کریں۔

فقیر محمد دانش حنفی

(الزامات اوراس کی تردید)

میری کتاب واقعات کربلا کی تحقیق وتردید پر صابر اسماعیلی عرف عبد مصطفی آفیشل ٹولے کا اعتراض کا جواب۔،،الحمد للہ کچھ روز قبل فقیر نے ایک کتاب لکھی تھی جس میں فقیر نے عبد مصطفے صابر اسماعیلی اور محمد علی صاحب کا رد لکھا تھا، میں نے اس کتاب میں ایک کلمہ استعمال کیا ہے کہ اگر وہ ایسا کرتے تو الو کیسے سیدھا ہوتا یہ کلمہ کہنے کی بھی حاجت اس لئے ہوئی کہ ان حضرات نے اسی صفحہ کے آس پاس والی عبارات کو نہیں لیا بلکہ وہ عبارت لی جس میں ان کا مقصد پورا ہو رہا تھا، الو سیدھا ہونے سے ہماری مراد یہی تھی کہ ان کا مقصد پورا نہ ہوتا، لیکن یہ عبد مصطفے صابر اسماعیلی اور حسن نوری کا ٹولہ جب سے اس ٹولے کو میری کتاب ہاتھ لگی ہے اور اس میں صابر اسماعیلی کا رد دیکھا ہے، تب سے یہ کھسیانی بلی کی طرح کھمبا نوچ رہا ہے، اور بول رہا ہے دانش حنفی نے لکھا ہے الو سیدھا نہیں ہوتا یہ بہت غلط الفاظ ہے، اور حسن نوری نے تو اتنا بڑا جھوٹ بولا ہے کہ کذاب اعظم بھی شرما جائے اللہ کی جھوٹوں پر لعنت ہو، حسن نوری نے کہا ہے میں نے دانش حنفی سے بات کی اور اس کو دلائل دیے لیکن دانش حنفی بچ کر نکل گیا کوئی جواب نہ دیا یہ حسن نوری واہ واہی پانے کے لیے اتنا بڑا جھوٹ بول رہا ہے کہ کذاب اعظم بھی شرم سے پانی پانی ہو جائے کیونکہ میں حسن نوری کو جانتا ہی نہیں ہوں، کون ہے کہاں سے ہے اور نہ ہی میری کبھی اس حسن نوری سے بات ہوئی ہے، لیکن اس نے سستی شہرت پانے کے لیے بول دیا کہ میں نے دانش حنفی کو دلائل دیے ہیں وہ جواب نہیں دے پایا بچ کر نکل گیا خیر جو اعتراض ہے میں اس طرف آتا ہوں میں نے الو سیدھا ہونا لکھا تو عبد مصطفے کے ٹولے نے پروپیگنڈہ چلایا ہے یہ لفظ غلط ہے دانش حنفی کو اپنی کتاب سے نکال لینا چاہیے۔

قارئین کرام جب مینڈک کنوئیں کے اندر رہوتا ہے تو اس کو لگتا ہے یہی سب کچھ ہے یہی حال اس عبد مصطفےٰ ٹولے کا ہے اگر یہ گستاخی ہے اور یہ انداز غلط ہے اور اس انداز کی وجہ سے مجھے اپنی کتاب میں سے الفاظ نکال لینا چاہیے، تو میں اس ٹولے کو دعوت دیتا ہوں، یہ صابر اسماعیلی حسن نوری یہ پورا ٹولہ، امام بخاری کی بخاری میں سے یہ کلمات نکلوائے،، قال بعض الناس۔ کیوں کہ امام بخاری ان الفاظوں سے امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب پر طنز کرتے ہیں،، اور یہ الفاظ بھی نکلوائے خداع بین المسلمین،، ابو حنیفہ لوگوں کو دھوکا دیتا ہے، اور ایک جگہ مخالف رسول بھی کہا ہے، جب امام بخاری نے بار بار امام اعظم کو طنز کیا تو علامہ عینی کو کہنا پڑا بخاری بلا وجہ امام ابو حنیفہ پر تشنیع کرتے ہیں مشائخ کو یہ زیب نہیں دیتا، اب بتائیں یہ ٹولہ یہ امام اعظم کی تعریف ہے یا توہین کیا فتوی لگاؤ گے امام بخاری پر، جس کے علم پر پوری امت کو ناز ہو جس کی شان بہت ہی اعلی ہو، امت کا چراغ ہو اس کے لیے امام بخاری نے ایسا کہا ہے، ہمت ہے بخاری سے یہ الفاظ نکلوانے کی، اگر میرا یہ کہنا الو سیدھا نہ ہوتا، گستاخی ہے تو امام اعظم کو مخالف رسول اور دھوکا دینے والا کہنا یہ کیا ہے یہ سوال میں اپ سے پوچھتا ہوں، اگر یہ تعریف ہے تو پھر احناف نے امام بخاری کا رد کیوں کیا، اور یہاں تک فرمایا وہ تعصب میں ایسا کہتے ہیں، بتائیں یہ ٹولہ اکابر نے امام بخاری کے لئے تعصب کا لفظ استعمال کیا ہے یہ تعریف ہے یا توہین، اگر توہین ہے تو بھی اکابر احناف پر کیا حکم لگاؤ گے اور بالآخر علامہ عینی کو کہنا پڑا یہ مشائخ کو زیب نہیں دیتا، بتائیں یہ ٹولہ امام عینی پر کیا حکم لگا یئے گا۔

مزید تاریخ صغیر میں امام بخاری روایت لیکر آئے ہیں امام ابو حنیفہ کو 3 حدیث یاد تھی تو پھر کس طرح انکی تقلید جائز ہو کہ انکے پاس حدیث نہ ہو امام بخاری نے یہ بھی لکھا ہے امام سفیان کو جب امام اعظم کی موت کی خبر ملی تو انہوں نے کہا اللہ کا شکر ہے منحوس مرگیا وہ اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے

والا تھا، اب میں اس ٹولے سے پوچھتا ہوں بتائیں یہ ٹولہ امام بخاری اس طرح کی روایات لا کر کیا بتانا چاہ رہے ہیں، جو کچھ اس روایت میں بیان ہے وہ تعریف ہے یا گستاخی اور امام سفیان نے جو کہا منحوس یہ کیا تعریف ہے یا توہین، کیا تاریخ صغیر میں سے یہ ٹولہ اس روایت کو نکلوا سکتا ہے، اگر ہمت ہے تو نکلوا کر دکھائیں، اس سوال کا جواب بھی آپ کے ہی ذمہ پر ہے، حالانکہ اس روایت کی حیثیت کیا ہے ہم اچھی طرح خوب جانتے ہیں، ہمارے اکابر نے کیا جواب دیا ہے یہ بھی ہم خوب جانتے ہیں، امام بخاری نے جو کہا امام اعظم کو اور جواب میں علامہ عینی نے جو کہا امام بخاری کو اس پر کیا حکم لگاؤ گے، ہے ہمت یہ سب نکلوانے کی، ہے ہمت اس کو گستاخی کہنے کی؟ کیا یہ ٹولہ اسے نکلوانے کا کام کر سکتا ہے،، کیا یہ ٹولہ بول سکتا ہے، کہ اکابر کو امام بخاری نے ایسا کیوں کہا غلط کیوں کہا گستاخی کیوں کی، یا یہ ٹولہ بول سکتا ہے ایسا کہ علامہ عینی اور دیگر احناف نے امام بخاری کو متعصب کیوں کہا،، کیوں گستاخی کی کیوں ان الفاظ کا استعمال کیا، کیوں امام بخاری نے امام اعظم کو اس طرح کہا اگر آپ کے اندر دم ہے تو ان عبارات کو نکلوا کر دکھائیں، مزید سنیں علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے کئی مقام پر اشرف علی تھانوی کو شیخ تھانوی کہا ہے، ابن تیمیہ کو بھی شیخ کہہ کر یاد کیا ہے، کیا اب یہ ٹولہ بتائیں گا جس تھانوی کو ہمارے اکابرین کافر کہتے ہوں، گستاخ رسول کہتے ہوں، اس کے کفر میں جو شک کرے وہ خود کافر ہے اسے سعیدی صاحب شیخ تھانوی کہہ کر یاد کرتے ہیں، کیا یہ ٹولہ لفظ شیخ ان کی تفسیر سے نکلوا سکتا ہے، میں نے یہ لکھا الو سیدھا نہ ہوتا تو بے ادب ہو گیا، اب یہ ٹولہ سعیدی صاحب کو کیا کہے گا جو تھانوی کو شیخ کہہ کر یاد کر رہے ہیں، پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ نے ابن تیمیہ کو غفر اللہ تک لکھا ہے، اب کیا کہے گا یہ ٹولہ، نیز سعیدی صاحب نے ابن عربی کے لیے یہ کہا ہے ان کو وہم ہوا ہے، اب بتائیں یہ ٹولہ ایک بزرگ کے لیے سعیدی صاحب نے کہا ہے ان کو وہم ہوا ہے، یہ گستاخی ہے یا کیا ہے، اس طرح ایک

بزرگ ولی اللہ کے لیے یہ کہنا صحیح ہے یا غلط، اگر صحیح ہے تو ثابت کرو غلط ہے تو تفسیر سے نکلوا کر دکھاؤ، نیز جس یزید کو دنیا برا کہتی ہے اس پر لعنت کرتی ہو، اس یزید کے بارے میں امام غزالی فرماتے ہیں یزید پر لعنت کرنے والا فاسق ہے، یزید کے لیے رحمت کی دعا کرنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے، اب یہ ٹولہ مجھے بتائے جب ذاکرنا یک نے یزید کو رحمہ اللہ کہا تھا تو بہت وبال ہوا اس پر، اب میں اس ٹولے سے پوچھتا ہوں یہ ٹولہ امام غزالی کو کیا کہے گا، اور اب یہ ٹولہ دل تھام کر سنیں کہیں ایسا نہ ہو غش کھا کر گر پڑے، ابن عربی رحمہ اللہ نے کہا ہے، یزید حق پر تھا، اس معاملہ میں امام عالی مقام خطا پر تھے،، اب بتائیں یہ ٹولہ ابن عربی کو کیا کہے گا،، بے ادب یا گستاخ نیز یہ ٹولہ ابن عربی کی اس عبارت کو ان کی کتاب سے یہ بات کب نکلوا یئے گا یہ ٹولہ، نیز یہ عبد مصطفے کے ٹولے کا حال اتنا برا ہے اس ٹولے نے تو جیلانی میاں کو Digital چور تک کہا ہے اس کے گواہ میرے ایک ساتھی ہیں انہی سے سے ٹولے کے ایک بندے نے کہا تھا،،، خود میرے اوپر طرح طرح کے بہتان الزام لگا تا ہے،، یہ ٹولہ لیکن میں چپ تھا صبر کیا لیکن اب جب اس ٹولے نے حد پار کی تو مجبور ہو کر لکھنا پڑ رہا ہے، اخر میں یہی کہوں گا ان مینڈکوں سے کنوئیں سے باہر نکلو، جسے تم گستاخی سمجھ رہے ہو وہ گستاخی نہیں، میرا یہ کہنا الوسیدھا نہ ہوتا سے مراد یہی ہے ان کا مقصد پورا نہ ہوتا، اور اس عبد مصطفے کے ٹولے کو میں یہ بتادوں، جو کچھ بھی میں نے ابھی اوپر ذکر کیا ہے، یہ صرف نمونہ ہے جو کہ بلا حوالے کے صرف موٹا موٹا تحریر کیا ہے، اگر یہ ٹولہ باز نہ آیا تو پھر ایک ایک عبارت کو تفصیل کے ساتھ اور ایک ایک حوالے کے ساتھ لکھوں گا، اور اس ٹولے کے اوپر میری ہر ہر عبارت کا جواب دینا لازم ہوگا، بعد میں یہ ٹولہ بہانے نہ کرے، کہ ہم جواب نہیں دیں گے بعد میں بہانے نہ بنائے، اگر علم ہو پاس میں تو علمی اعتراضات کرو میں خود بول رہا ہوں، اگر اس ٹولے کے اندر اتنا دم ہے تو میری کتاب کا رد لکھ کر

دکھائیں اور مجھے دیں اور کہے یہ رہا داس کا جواب دو، یہ میڈیا پر اوچھی گھٹیا حرکت نہ کرو اور یہ ذلیل غلیظ ناپاک حرکت کرنا بند کرو، سستی شہرت کے لیے بلا وجہ کی بہتان تراشی بند کرو، اخر میں یہ بات اور بتادوں، یہ ٹولہ فقط اس وجہ سے مجھ پر اعتراضات کر رہا ہے اس کو لگتا ہے، اس ٹولے جیسا کوئی نہیں لکھ سکتا، میں نے اپنی کتاب مشہور موضوع روایات میں حضور غوث پاک اور حضور غریب نواز کی ملاقات نہ ہونے کی جو تفصیل لکھی ہے یہ ٹولہ کہتا ہے آپ نے چرائی ہے ہماری Copypest کی ہے، اس ٹولے کا سرگنا صابر اسماعیلی نے مجھ سے بات کی تھی، میں نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہے، آپ ایک عالم دین پر الزام لگا رہے ہیں میں نے اگر ایسا کیا ہے تو روز قیامت میری اس پر پکڑ ہوگی، اور پھر حدیث بھی تو ہے مومن جھوٹ نہیں بولتا، آپ کو اس حدیث پر عمل کرنا چاہئے اگر میں نے ایسا کیا ہے تو میں گناہگار رہوں گا۔

قارئین کرام! آپ خود بتائیں میں نے اس طرح کہا ہے تو ان کا حق یہ بنتا ہے میری بات پر یقین کرے اور اللہ کی ذات پر چھوڑ دیں اگر میں نے ایسا کیا ہوگا تو میری قیامت میں پکڑ ہوگی،، لیکن یہ ٹولہ اس بات کو ماننے کو تیار نہیں اور اس ٹولے نے حدیث کو بھی رد کر دیا، اور یہ ٹولہ آج بھی وہی اپنی انا اپنی بات پر جما ہوا ہے،، اب قارئین کرام آپ خود بتائیں کیا یہی ہمارے اسلاف کا طریقہ ہے، میری تصنیف اور فتاوی دیکھ کر کیا آپ کو لگتا ہے، میں اس ٹولے کی copy pest کروں گا،، اور وہ بھی ایسے فتاوی کی جو کہ اردو میں ہے مراد شارح بخاری ہے، عام اردو جاننے والا انسان بھی اس کو پڑھ سکتا ہے مگر یہ ٹولہ سوچتا ہے وہاں تک کسی کی پہنچ ہے ہی نہیں،، اب سنیں میں نے اپنی کتاب 2021 میں لکھی ہے اور وہ upload بھی نیٹ پر 2021 میں ہوئی ہے، جبکہ میں 2020۔ میں حضور غریب نواز اور غوث پاک والی پوسٹ Roman میں Status سے پوسٹ کر چکا

تھا، اب قارئین کرام خود بتائیں 2021 میں میں نے کتاب لکھی ہے اور 2020 میں میں نے Roman میں fb پر پوسٹ کی ہے تو Roman میں میں نے کس کی copypest کر لی حالانکہ اس ٹولے کی تحریر اردو میں ہے اور جس وقت میں نے پوسٹ کی تھی معلوم نہیں یہ ٹولہ اس وقت تک لکھ چکا تھا یا نہیں، اور کتاب لکھنے سے ایک سال پہلے میں اس کو Roman میں پوسٹ کر چکا ہوں،، تو اس سے پتہ چلا ایک سال پہلے سے وہ میرے علم میں تھی وقت آنے پر میں نے اس کو اپنی کتاب میں لکھ دیا لیکن یہ ٹولہ کہتا اس ٹولے کی Copypest کی ہے، یہ ٹولہ سوچتا ہے جب اس ٹولے نے یہ لکھا تبھی سب کو اس بات کا علم ہوا ورنہ کوئی جانتا ہی نہیں تھا، میں ایک سال سے فقط اس لیے چپ تھا کہ دین کا کام یہ لوگ کر رہے ہیں کرنے دیا جائے کچھ نہ کہا جائے، لیکن آج مجھے لکھنا پڑا ان لوگوں کی غلیظ ناپاک حرکتوں کی وجہ سے، میں یہ سوچ کر نہیں لکھتا تھا کہ یہ ٹولہ اپنا کام کرتا ہے کام کرنے دیا جائے اس وجہ سے میں آج تک نہیں لکھا اس کے رد میں لیکن اس ٹولے نے لکھنے پر آج مجبور کر دیا، اب بھی میں اس ٹولے کو کہتا ہوں، مجھے مجبور نہ کرے یہ ٹولہ ورنہ پھر میں اس ٹولے کی ایک ایک کتاب پر تحقیقی نظر کروں گا اور رد میں پوری ایک کتاب لکھوں گا، میں صرف اس لیے چپ ہوں اپنی ذات سے سنیت کا نقصان نہیں ہونا چاہیئے یہ لوگ میرے اوپر الزام لگاتے ہیں لگانے دو دین کا کام تو کر ہی رہے ہیں، آخر میں اس ٹولے سے کہوں گا اس ٹولے کو میری جس جس بات پر اعتراض ہے یہ ٹولہ کتاب لکھے اور مجھ سے جواب لے، اور ہاں جس طرح یہ ٹولہ کتاب لکھے گا میں جواب دوں گا، اسی طرح جب میں اس ٹولے کے رد میں لکھوں گا تو یہ ٹولہ بھی جواب دیگا راہ فرار اختیار نہ کرے بہانے نہ بنانا۔

❁❁❁❁❁